ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝

اس پر بھی تمہارے دل اور اس کے بعد بھی سخت ہی رہے جیسا کہ وہ مثل پتھر کے ہیں بلکہ سختی میں ان سے بھی بڑھ کر اور پتھر تو کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس سے ندیاں بھی پھوٹ نکلتی ہیں اور کوئی ان میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ پھٹ جاتا ہے اور اس میں سے پانی نکلتا ہے اور کوئی ان میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ کی ہیبت سے نیچے آ گرتا ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں۔ تو کیا تم اس امر کی توقع رکھتے ہو کہ وہ لوگ (تمہارے کہنے سے) ایمان لے آئیں گے۔ درآں حالیکہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اللہ کا کلام سنتے ہیں پھر اسے کچھ کا کچھ کر دیتے ہیں بعد اس کے کہ اسے سمجھ چکے ہیں اور وہ اسے (خوب) جانتے بھی ہیں۔ (۲/۷۴ اور ۷۵)

بنی اسرائیل کو زجر و توبیخ کی گئی ہے کہ اس قدر زبردست معجزے اور نشانہائے قدرت دیکھ کر پھر بھی بہت جلد تمہارے دل سخت پتھر جیسے ہو گئے۔ (اسی لئے ایمان والوں کو اس طرح کی سختی سے روکا گیا ہے) * حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس مقتول کے بھتیجے نے بھی اپنے چچا کے دوبارہ مرنے کے بعد اس کی تکذیب کی اور کہا کہ اس نے جھوٹ کہا اور پھر کچھ وقت گزر جانے کے بعد بنی اسرائیل کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے کیوں کہ پتھروں سے تو نہریں نکلتی ہیں اور چشمے نکلتے ہیں بعض پتھر پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلتا ہے گو وہ چشمے کے قابل نہ ہو بعض پتھر خوفِ خدا سے گر پڑتے ہیں لیکن ان (بنی اسرائیل) کے دل کسی وعظ و نصیحت سے نرم ہی نہیں ہوتے (ابن کثیر)

تمہارے دل حق بات کے ماننے سے سخت ہو گئے سو وہ دل پتھر بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے اور بعض پتھر ایسے ہیں جن سے نہریں نکلتی ہیں اور بعض پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلتا ہے اور بعض خوفِ خدا سے اوپر سے نیچے گر جاتے ہیں اور تمہارے دل نہ نرم ہوا کرتے نہ کچھ اثر ان پر ہو نہ خدا کے سامنے عاجزی ہو۔ اور اللہ تمہارے عملوں سے غافل نہیں تمہارے وقت پر ادا ہونے تک تم کو ٹھہرا رکھا ہے۔ (جلالین)

بقول بعض اہلِ کتاب کے ان علماء کو ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زمان تھے * کافر کا دل پتھر سے سخت اس لئے ہوا کہ پتھر میں فہم و فراست کے اسباب و خطاب نہ ہونے کے باوجود اللہ سے ڈر رہا ہے اور اس کے حکم کا فرمانبردار ہے ... اور کافر کا دل باوجودیکہ اس میں عقل و فہم کے اسباب ہیں اور قبول کرنے کی حیثیت بھی موجود ہے نہ ڈرتا ہے اور نہ نرم ہوتا ہے * جس دل میں نہ خوفِ خدا ہو اور نہ مخلوق پر شفقت تو وہ دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے * یہاں رسول اللہ ﷺ کی تسلی مقصود ہے کہ آپ کے ہم عصر اسرائیلی اگر حق قبول نہیں کر رہے ہیں تو کیا ہوا۔ آپ سے پہلے بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ (بحوالہ روح البیان)

وہ عورتوں میں منافق تھے خوش ہوتے واسطے اپنی کتاب میں سے پیغمبر آخر الزماں کی باتیں مسلمانوں کے پاس بیان کرتے اور وہ جو مخالف تھے ان کو اس پر الزام دیتے کہ اپنے علم میں ان کا انکو بتلا کیوں دیتے ہو (موضح القرآن ...)

پتھروں میں بھی اللہ تعالیٰ نے ادراک رکھا ہے یعنی خوف الٰہی ہوتا ہے وہ تسبیح کرتے ہیں۔ مسلم شریف میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا....

بنی اسرائیل نے توریت میں تحریف کی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بدل ڈالی۔ (حاشیہ کنز الایمان)

چند فوائد یہ ہیں ۱۔ پتھروں میں احساس و شعور ہے اگرچہ ہم کو محسوس نہ ہو۔ ۲۔ انسانوں کی طرح پتھر اور جانور بھی مختلف درجات رکھتے ہیں۔ ۳۔ مسلمانوں کی طرح کفار کے بھی مختلف درجے ہوتے ہیں۔ ۴۔ جو شخص اللہ کی اطاعت نہ کرے وہ جانور تو کیا پتھر سے بھی بدتر ہے۔ ۵۔ انسان کا دل اگر درست ہے تو فرشتوں سے افضل ہے اور اگر بگڑ جائے تو پتھروں سے بدتر۔ (تفسیر نعیمی ملخصاً)

ثُمَّ یہاں استبعاد کے لئے ہے یعنی جو نتیجہ نہ نکلنا چاہئے تھا وہ نکلا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اس تصریح نے اس استبعاد کو اور زیادہ قوی و شدید کر دیا أَوْ یہاں شک کے مفہوم میں تو بہرحال نہیں آیا ہے... بعض کسی معنی میں آیا ہے ایک قول یہ ہے کہ "بلکہ" کے معنی میں ہے مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ پتھروں کا جمود تو مسلم اور ان کی قساوت مشاہدہ ہے (ایک خیال یہ ہے کہ) خشیت الٰہی کا یہ اثر پتھروں میں اپنے حقیقی اور لفظی معنوں میں ہے یعنی بعض پتھروں میں ادراک و شعور ہوتا ہے۔ ... یہ مرتبہ جمادات کے مطابق اور ان میں فہم و ادراک کی قوتیں ہوتی ہیں ... سطح بحری کے ... ہو کر آخر پہاڑ بن جاتا ہے ... تجلی الٰہی کے وقت ... ریزہ ریزہ ہو گیا۔ (دوسرا قول یہ ہے کہ) خشیت سے یہاں مراد محض خشیت مجازی یا انقیاد تکوینی ہے۔ بعض نے مجازی لفظ يَهْبِطُ میں تسلیم کیا ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ مِنْهَا میں ضمیر الحجارہ کی طرف نہیں القلوب کی جانب ہے۔ دوسری آیت میں خطاب اسرائیلیوں سے نہیں مسلمانوں سے ہے جو حضور ﷺ سے التفات رکھتے تھے جو ہم عقیدہ و ہم وطنی کا باعث یہود کے ایمان کے لئے بے حد حریص تھے أَفَتَطْمَعُونَ میں جو ہمزہ استفہامی ہے اس سے مقصود استبعاد ہے یعنی بھلا ایسا بھی ہو سکتا ہے لَكُمْ یعنی تمہاری خاطر سے تمہاری دعوت پر أَنْ يُؤْمِنُوا ان موضع نصب میں ہے اور تقدیر کلام یوں ہے "فی ان یؤمنوا" وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ کان کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ایک ایسا فریق تھا اسرائیلیوں کے درمیان (ماضی) دوسرا یہ کہ ایک ایسا فریق رہا ہے ان کے درمیان (ذکر حال) ائمہ تفسیر سے دونوں اقوال منقول ہیں۔ لیکن سیاق دوسرے معنی کے زیادہ موافق ہے۔ كَلَامَ اللّٰهِ یعنی یہود کے آسمانی صحیفے مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ یعنی نادانستگی میں نہیں دیدہ و دانستہ سب کچھ جان بوجھ سمجھ لینے کے بعد آیت سے عالم صحابہ کی گمراہی اور زیادہ نکلتی ہے۔
(ابو سعود، جمل، ابن کثیر، قرطبی، بحر المحیط، روح المعانی، ابن جریر، مدارک، معالم، بیضاوی، کبیر، بیان، کشاف) بحوالہ (تفسیر ماجدی ملخصاً) خلاصہ کفار پتھروں سے بھی زیادہ سنگ دل ہو گئے تو ایمان سے محروم۔ جانتے بوجھتے اللہ کے کلام میں تحریف کے مرتکب ہو کر مجرم

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا
أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُم بِهِ عِندَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝
أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا
يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ اور جب وہ ان سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے

ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے ہیں اور جب آپس میں تنہا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ارے کیا تم انہیں وہ باتیں بتا دیتے ہو جو خدا نے تم پر منکشف کی ہیں تاکہ وہ تمہیں تمہارے پروردگار کے حضور میں قائل کر دیں گے سو کیا تم نہیں سمجھتے؟ کیا یہ (اتنا بھی) نہیں جانتے کہ اللہ کو ان کی بھی خبر ہے جسے یہ چھپاتے ہیں اور اس کی بھی جسے یہ ظاہر کرتے ہیں اور ان میں ان پڑھ (بھی) ہیں جو کتاب (الٰہی) کا کوئی علم نہیں رکھتے بجز جھوٹی آرزوؤں کے اور یہ محض تخیلات ہی میں پڑے رہتے ہیں۔ (۲/۷۶ سے ۷۸)

منافقین اور یہود جب مسلمانوں سے ملتے تو کہہ دیا کرتے کہ تمہارے نبی سچے ہیں یہ برحق رسول ہیں لیکن پھر آپس میں بیٹھ کر کہتے کہ ان سے یہ باتیں کہتے ہو پھر تو یہ تم پر چھا جائیں گے خود اس کا اقرار بھی تمہیں الزام دے کر دیں گے تو ان کا جواب ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان بے وقوفوں کو کیا اتنا علم نہیں کہ ہم تو پوشیدہ اور ظاہر دونوں سب کو جانتے ہیں۔ (ابن کثیر)

اور یہود میں سے بعض عام آدمی ہیں کہ وہ توراۃ کو نہیں سمجھتے جو اپنے بڑوں سے جھوٹی باتیں سن لیں اسی پر اعتقاد رکھا اور وہ اس انکار رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اور بعض چیزوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں محض اپنے گمان کے تابع ہیں اصل کی ان کو کچھ خبر نہیں۔ (جلالین)

یہود میں مختلف باتوں کے ترکیب ہوئے وہ یہ ہیں۔ ۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کی تبدیلی۔ ۲۔ ہمیں (یہود کو) چند دنوں کے سوا عذاب جہنم نہیں کرے گا۔ ۳۔ انبیاء علیہم السلام ہماری سفارش کر دیں گے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ ہمارے (یہودی) گناہوں پر مواخذہ نہیں کرے گا بلکہ ہم پر رحم فرمائے گا۔ یہ اقوال ایسے ہیں کہ ان کی کوئی دلیل ان کے پاس موجود نہیں تھی ... ان کا اعتقاد ان کی تقلید پر مبنی ہے۔ تورات سے یہ نہیں کہ جب وہ اوراق علم کو بیچ سکیں (انوار البیان)

یہودی بے دینی بیان کر کے وہ صرف اند کمز کو اکثر مسیح میں بات سمجھ رکھا ہے * اللہ تعالیٰ سے کوئی بات مخفی نہیں * ان کے عامیوں کی یہ کیفیت ہے کہ توراۃ یا کسی دین کتاب کو نہیں جانتے مگر چند خیالی ڈھکوسلے اپنے دل میں جما رکھے ہیں (حقانی)

حق پوشی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا چھپانا اور کلام اللہ کا انکار کرنا یہود کا طریقہ ہے * امانی امنیہ کی جمع ہے اور اس کے معنی زبانی پڑھنے کے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ کتاب کو نہیں جانتے مگر صرف زبانی پڑھ لینا بغیر معنی سمجھے (خازن) بعض مفسرین نے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ امانی سے وہ جھوٹی گھڑی ہوئی باتیں مراد ہیں جو یہودیوں نے اپنے علماء سے سن کر بے تحقیق مان لی تھیں (حاشیہ کنز الایمان)

یہودی بے دینی بیان کر کے ہم نہیں چلے کہ ان کی ایک جماعت نے کفر و عصیان کو معمولی بات سمجھ رکھا ہے۔

جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو زبان سے ایمان کا اظہار اور محمد علیہ السلام کی صداقت کا اقرار کرتے ہیں اور جب اکیلے میں
جمع ہوتے ہیں تو ایک دوسرے سے ملامت اور انکار کرتے ہیں * اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ سب کچھ پوشیدہ ہے * وہ
یہود ان میں سے بعض (ان پڑھ) ایسے ہیں جو کتاب اللہ کو بالکل نہیں جانتے وہ تورات کو … علماء نے ان کو
کے موافق سچی جھوٹی باتیں گھڑ رکھی ہیں اور ان باتوں کو اپنی رائے کے مطابق لکھ کر بیچا اور اپنے فائدے میں ان کو
تورات کے منافی … کو فروخت کرتے ہیں کہ ہم نے کتاب کا … نکال لیا۔ (بحوالہ تفسیر نعیمی - ملخصاً)
ان (یہود) کے علماء حق فروش ہیں اور عوام کا سرمایہ دین خوش اعتقادی کی آرزوؤں اور جہالت
کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ (ترجمان القرآن)

منافقین کبھی کبھی تو … خوش ہو کر اپنے ایمان کی سچائی جتانے کے لئے مسلمانوں سے کہہ دیتے تھے
کہ تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت آئی ہے یا قرآن مجید کے متعلق خبر آئی ہے وغیرہ
اس پر دوسرے لوگ ان کو ملامت کرتے تھے * اور ان (یہودیوں) میں بہت سے ناخواندہ (امی) ہیں جو کتاب کا علم
نہیں رکھتے لیکن (اپنے منہ سے) دل خوش کن باتیں (بہت یاد ہیں) اور وہ لوگ کچھ اور نہیں (وہمی ہیں) محض خیالات
کیا کرتے ہیں۔ (گلزار القرآن)

یہود کی بڑی تعداد تو مدینہ میں علانیہ دشمن اسلام تھی یا بعض کو ان کے علاوہ اس قماش کے لوگ بھی تھے کہ
مسلمانوں کے سامنے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے تھے یہ ذکر انہی منافقین کا ہے۔ (ابن جریر) یہ روایت نقل
ہوئی ہے کہ کچھ یہود مسلمان ہو گئے تھے … اپنے اسلاف پر نزول عذاب کی حکایت مسلمانوں سے بیان کر دیا
تھی اس پر انہیں باقی یہود نے ٹوکا کہ یہ کیا غضب کیا تم مسلمانوں کو سناتے رہتے ہو۔ انہیں معلومات سے یہ مسلم
ہو کر تو وہ ہم سے لڑیں اور ہم پر حملہ کریں گے (قرطبی) **عِنْدَ رَبِّكُمْ** کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے رو برو
میں تمہیں قائل کریں گے۔ (تفسیر احمدی) لیکن زیادہ لطیف معنی یہ ہیں کہ اسی دنیا میں تم پر حجت قائم
کر دیں گے اور عند ربکم یہاں عند اللہ کی طرح حجت قوی کے معنی میں ہے * وہاں (آخرت میں) تو کشف حقائق
از خود ہو گا اس لئے یہاں گویا اس حجت کو عند اللہ سے تعبیر کیا ہے اور یہ امام قدیم ائمہ تفسیر کی …
سے کیا ہے کہ اکثر نے یہود کے مقابلہ متعلق یہ آخرت والا … اعلم رکھے بغیر لفظ ہی سیدھا اختیار کر لیا ہے (کشاف، کبیر
بحر محیط، بیضاوی، روح المعانی) یہ مفہوم مان کر عند کو فی کے معنی میں لینا ہو گا (قرطبی) بحوالہ (ماجدی ملخصاً)

خلاصہ ان آیات میں یہود اور منافقین کے مسلمانوں کے ساتھ ملاقات پر اپنا … جتانے والے فریب … و منافقانہ
رویوں کو ظاہر فرمایا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے ملتے تو اپنے ایمان کا اظہار کرتے لیکن جب تنہائی میں وہ ایک دوسرے
سے ملتے تو آپس میں کہا کرتے کہ مسلمانوں کو اپنے احوال نہ بتایا کریں وہ انہیں خود ہمارے خلاف دلیل و حجت
پیش نہ کریں اور قیامت میں … انہی باتوں سے قائل کر دیں گے۔ بعض تو کچھ نہیں جانتے محض جھوٹی تمناؤں اور باتوں
کو دل میں جمائے رکھتے ہیں اور بے تحقیق انہیں مان لیا ہے اور اسی میں گم ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝ وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

پس ہلاکت ہو ان کے لئے جو لکھتے ہیں کتاب خود اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں یہ نوشتہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ حاصل کریں اس کے عوض تھوڑے دام سو ہلاکت ہو ان کے لئے بوجہ اس کے جو لکھا ان کے ہاتھوں نے اور ہلاکت ہو ان کے لئے بوجہ اس مال کے جو وہ (یوں) کماتے ہیں اور انہوں نے کہا ہرگز نہ چھوئے گی ہمیں (دوزخ کی) آگ بجز گنتی کے چند دن آپ فرمائیے کیا لے رکھا ہے تم نے اللہ سے کوئی وعدہ تب تو خلاف ورزی نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی یا (یونہی) بہتان باندھتے ہو اللہ پر جو تم جانتے ہی نہیں۔ (۲/ ۷۹ اور ۸۰)

یہاں یہودیوں کے علماء کی مذمت ہو رہی ہے کہ وہ اپنی باتوں کو خدا کا کلام کہتے تھے اور اپنے والوں کو خوش کر کے دنیا کماتے تھے * حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہودی لوگ کہا کرتے تھے کہ دنیا کی کل مدت سات ہزار سال ہے ہر ہزار سال کے بدلے ایک دن ہمیں عذاب ہوگا * اس قول کی تردید میں یہ آیتیں نازل ہوئیں * دیگر روایت میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اقرار کیا کہ چالیس دن تک تو ہم جہنم میں رہیں گے پھر دوسرے لوگ ہماری جگہ آجائیں گے یعنی آپ کی امت۔ آپ نے ان کے سروں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ نہیں بلکہ تم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں پڑے رہو گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (بحوالہ ابن کثیر)

یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور نعت کی آیت تورات ہی سے بدل ڈالی تھی اور اس کو دوسری طرح لکھ دیا تھا سو ان کے لئے سخت عذاب ہے اس پر جو انہوں نے بنا کر لکھا اور جو رشوت کمایا۔ (جلالین)

اصل تورات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک یوں تھا حسین چہرے والے گھنگریالے بالوں والے، سرمگیں آنکھوں والے اور متوسط قد والے صلی اللہ علیہ وسلم * حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہودیوں نے ان ایام کو محدود رکھا جتنے دن ان کے آباء نے نافرمانی میں گزارے * وہ خلود نار کے قائل نہیں تھے اس لئے انہوں نے ایام قلیل سے تعبیر کیا کہ ان کا عقیدہ تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ابناء اور احباء ہیں ورنہ باپ بیٹے کو اور دوست دوست کو اتنا بڑا عذاب نہیں دیتا۔ ہاں کسی وقت زجر و توبیخ مقصود ہوتا تو مختصر وقت ہی۔ اور وہ اس سے راضی ہو جاتا ہے * مقصد: قرآن کا یہ مذکورہ خیال فاسد رد کرنا کہ کفر کی سزا دائمی ہے اور جیسا کہ ایمان کی جزا دائمی ہے۔ (بحوالہ روح البیان)

یہ وہ لوگ ہیں جو عوام کو ان کی خوشی کے موافق باتیں جوڑ کر لکھ دیتے ہیں اور نسبت کرتے خدا یا رسول کی طرف (بحوالہ مفہوم القرآن)

کذب محض اور غیبت ہے اور حقیقت اللہ پر محال ہے اس کا کذب تو ممکن نہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے تم سے صرف چالیس روز کے عذاب کے بعد چھوڑ دینے کا وعدہ ہی نہیں فرمایا تو تمہارا قول باطل ہوا۔ (حاشیہ کنز الایمان)

علماء یہود کا یہ حال کہ اپنے پیروؤں کو راضی کرنے اور اپنی سرداری قائم رکھنے کے لئے غلط مسائل اور جھوٹی روایتیں تورات شریف میں لکھ کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور بناوٹ والی باتیں کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے ✱ یہ سب کچھ محض چند پیسے کمانے کے لئے ✱ اے یہودیو! تم جو یہ کہتے ہو کہ ہم کو چند روز عذاب ہو کر ختم ہو جائے گا کیا تم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے ہو کیونکہ عذاب کے بعد بخشش ہو جانا تو گنہگار مسلمانوں کے لئے ہے جب تم نے اسلام قبول نہ کیا تو یہ غلط امید کیوں رکھتے ہو تم ہمیشہ دوزخ میں رہو گے۔ (بحوالہ تفسیر نعیمی)

پچھلی آیت میں ذکر عوام یہود کا تھا اب ذکر خواص و علماء یہود کا ہے ✱ **بایدیھم** اس تصریح کا اضافہ زور اور تاکید کلام کے لئے ہے ✱ امام رازی نے لکھا ہے کہ آیت کے اندر دو حقیقتوں کی طرف اشارہ ہے ایک یہود کی انتہائی شقاوت قلب کی جانب کہ کلام الٰہی میں عمداً تحریف سے نہ چوکے دوسرے اس امر کی طرف کہ اس تحریف سے کوئی معقول دینی ضرورت نہ تھی بلکہ تمام تر تحصیل جاہ و مال ہی تھی۔ **ثمنا** ۔ ثمن کے معنی صرف نقد یا زر قیمت کے نہیں بلکہ جو چیز بھی کسی چیز کے معاوضہ میں حاصل ہو وہ ثمن ہے۔ **قلیلا** کلام ربانی کی تصحیف و تحریف جیسے شدید و عظیم جرم سے جو بھی مادی نفع کی قسم کا حاصل ہوگا ظاہر ہے کہ وہ حقیر و بے وقعت ہوگا۔ **مما یکسبون** سے ان کے گناہوں کا ذخیرہ مراد ہے نہ کہ جو مالی نفع وہ اپنی خود ساختہ تحریف اور (بہ قول خود) ارواح مصلحت آمیز سے حاصل کرتے ہیں وہ یہاں مراد ہے۔ **فویل ... وویل** ویل کی تکرار معصیت تحریف و تصحیف کی اہمیت کے اظہار کے لئے ہے۔ (قرطبی، بحر، معالم، کبیر، بیضاوی وغیرہ) بحوالہ (تفسیر ماجدی، ملخصاً)

یہودیوں کا زعم باطل کا قرآن حکیم ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے جنت و دوزخ کی تقسیم قوموں کی تقسیم کی بنا پر نہیں ہے کہ کسی خاص قوم کے لئے جنت ہو اور باقی کے لئے دوزخ، بلکہ اس کا تمام دار و مدار ایمان و عمل پر ہے۔ جس نے بھی اپنے اعمال کے ذریعہ برائی کمائی اس کے لئے برائی ہے یعنی عذاب ہے اور جس کسی نے بھی نیک اعمال کے ذریعہ بھلائی کمائی اس کے لئے بھلائی یعنی نجات ہے خواہ وہ کوئی ہو اور کسی گروہ بندی کا ہو (ترجمان القرآن)

خلاصہ ان آیات میں یہودیوں کے اعمال و افکار کے متعلق حقائق بیان ہوئے ہیں بالخصوص وہ جس کتاب کے حامل بنائے گئے تھے انہوں نے اس صحیفہ مقدس میں من مانی طریقوں سے تحریف کر دی اور اپنی لکھی ہوئی تحریروں کے ذریعہ تغییر کر کے اسے محض تھوڑے سے دنیوی فائدہ اور حصول مال و زر کے لئے منافی حق تعالیٰ تھا کہ تم یا اپنی ہلاکت کا سامان کر لیا۔ یہودیوں کی یہ تحریف و تصحیف ثابت ہو چکی ہے۔ جو بیان شکوہ یہ پایا ہے کہ "آتش دوزخ گنہگاران قوم یہود کو چھوئے گی بھی نہیں اس لئے کہ وہ جہنم پہنچتے ہی اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں گے اور خدا کے پاس سے واپس آ جائیں گے" یا یہود کا یہ خیال کہ وہ دوزخ میں محض چند دن رہیں گے۔ قرآن مجید نے ان کا ابطال فرمایا ہے۔ کفار کے لئے دوزخ میں ہمیشگی ہے۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ہاں (ہمارا قانون یہ ہے)

جس نے جان کر برائی کی اور گھیر لیا اس کو اس کی خطاؤں نے تو وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی جنتی ہیں وہ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں (۲/۸۱،۸۲)

مطلب یہ ہے کہ جس کے اعمال سراسر بد ہیں جو نیکیوں سے خالی ہاتھ ہے وہ جہنمی ہے اور جو شخص اللہ رسول پر ایمان لائے اور سنت کے مطابق عمل کرے وہ جنتی ہے * حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہاں برائی سے مطلب کفر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مراد شرک ہے۔ سدی کہتے ہیں مراد کبیرہ گناہ ہیں جو تہ بہ تہ ہو کر دل کی حالت خراب کر دیں۔ حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ فرماتے ہیں مراد شرک ہے جو دل پر قابض ہو جائے۔ ربیع ابن خثیم کا قول ہے جو گناہوں پر ہی مرے اور توبہ نصیب نہ ہو * خدا کے عذاب اور ثواب دونوں پائیدار ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

جس نے شرک کیا اور گناہوں نے اس کو گھیر لیا اور اس پر ہر طرف سے گناہ غالب ہو گئے یہاں تک کہ وہ مشرک مرا سو یہی لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنتی ہیں جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ (جلالین شریف)

اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ وعدہ کرتا ہے تو وعید کو بھی ساتھ ہی ذکر کر دیتا ہے جیسا کہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ بندوں کو صحیح راستہ تک لانے پر کبھی ترغیب دیتا ہے تو کبھی ترہیب کبھی خوش کر دیا تو کبھی ڈرا دیا نرمی و درشتی سے انسان کو کمال کو پہنچایا ہے اور اسی طریقے سے جاہل جلدباز کے علوم سے تو دراجاتا ہے (روح البیان)

جزا و سزا کا عام قاعدہ ہے کوئی ہو جو ہر طرح سے گناہوں میں آلودہ ہو گا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور جو ایمان لاوے گا نیک کام کرے گا ہمیشہ جنت میں رہے گا۔ (تفسیر حقانی)

"گھیر لیا گناہ نے یعنی گناہ کرتا ہے اور شرمندہ نہیں ہوتا (موضح القرآن)

اس آیت میں گناہ سے شرک و کفر مراد ہے اور احاطہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ نجات کی تمام راہیں بند ہو جائیں اور کفر و شرک ہی پر اس کو موت آئے کیونکہ مومن خواہ کیسا ہی گنہگار ہو گناہوں سے گھرا ہوا نہیں ہوتا اس لئے کہ ایمان جو اعظم طاعت ہے وہ اس کے ساتھ ہے۔ (حاشیہ کنزالایمان)

کیونکہ جو شخص قصداً بری باتیں کرتا رہے اور اس کو اس کی خطا احاطہ کرے سو ایسے لوگ اہل دوزخ ہوتے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو لوگ ایمان لاویں اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہل بہشت ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (معارف القرآن)

جو شخص قصداً گناہ کرے اور وہ گناہ اس کے ظاہر و باطن کو گھیر لے یا جو شخص کفر کرے اور اسی میں ہی اس کا خاتمہ ہو جائے وہ دوزخی ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا * قوم چار قسم کی ہیں اول وہ جو ایمان اور اعمال دونوں سے خالی ہیں ان کا ذکر پہلی آیت میں ہوا کہ وہ ہمیشہ کے جہنمی ہیں دوسرے وہ جو ایمان اور نیک اعمال دونوں رکھتے ہیں ان کا ذکر دوسری آیت میں ہوا کہ وہ ہمیشہ کے جنتی ہیں دو فریق باقی بچے اول وہ جن کا ایمان درست اور اعمال خراب یعنی فاسق مسلمان چونکہ یہ آخری دونوں فریقوں سے ملے ہوئے ہیں کہ عقیدے میں مسلمانوں کے اور اعمال میں کفار کے مشابہ ہیں لہٰذا ان کی جزا میں دونوں فریقوں کی جزا سے ملی ہوئی یعنی کچھ دن جہنم میں رہیں گے اور پھر جنت میں مسکن ہوگا ... دوسرا وہ گروہ جو عقیدہ میں کافر تو ان کے بعض اعمال اچھے ان کے متعلق فرما دیا کہ جو کچھ انہوں نے دنیا میں کھایا پیا اور آرام پایا وہ ان کے اعمال کا بدلہ ہو گیا۔ آخرت میں ان کے لئے دائمی جہنم ہے کیوں کہ وہ قالب سے نیک اور قلب سے بد ..... کافر کا کوئی عمل نیک ہوتا ہی نہیں کیوں کہ نیک اعمال کے لئے ایمان شرط ہے * نیک اعمال پر ایمان مقدم ہے۔ ایمان کے بغیر جنت نہیں مل سکتی۔ اعمال سے وہاں کے درجات * جنت میں پہنچ کر کوئی نہ نکلے گا تو جہنم سے بعض مخلوق نکلے گی * نیک اعمال کے بغیر جنت تو ملے گی تو اس کا عذاب سے بچ جانا یقینی نہیں ممکن ہے کہ پہلے عذاب ہو جائے لہٰذا اعمال سزا سے بچنے کے لئے ضروری ہیں (بحوالہ تفسیر نعیمی)

ـ **بلیٰ** ایسے افراد کے موقع پر آتا ہے جہاں کوئی انکار قبل سے واقع ہو ـ **أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ** قصداً بدی کی راہ اختیار کرنا اور معصیت سے پوری طرح گھر جانا کہ خود ایمان کے لئے کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہ جائے۔ حرف الفیٰ کے لئے ممکن ہے کہ جو سورت سے اول باطل ہوں اور ان کی موت کفر ہی پر ہو آئے۔ مومن کیسا ہی بدعمل ہو بہرحال اس آیت کا مصداق تو نہ ہوگا۔ **سَيِّئَة** کے معنی شرک کے لئے ہیں **خلود** اس سے مراد دوام یا ہمیشگی ہے۔ (معانی، معالم، مدارک، قرطبی، بحر، روح) بحوالہ (ماجدی ملخصاً)

قرآن حکیم یہاں نجات و بخشش کا اصل الاصول بیان فرما رہا ہے نجات کا دارومدار کسی قوم و نسب سے وابستگی پر نہیں بلکہ ایمان اور عمل صالح پر ہے (ضیاء القرآن)

خلاصہ: ان آیات جلیلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون سزا و جزا کے متعلق واضح فرما دیا ہے کہ جو شخص یعنی جانتے بوجھتے جس نے برے کام کئے اور اس کے گناہوں نے اسے ایسے گھیر لیا کہ (شرک، کفر و شقاوت کی) وہ اس دلدل سے نکل نہ سکے اور اسی حالت معصیت میں وہ مر جائے تو نہ صرف وہ دوزخ کا مستحق ہوگا بلکہ ہمیشہ اسے جہنم میں ہی جلتے رہنا ہوگا اور جس کسی نے اس کے برخلاف ایمان لایا اور ساری زندگی اعمال صالحہ کئے ان کے لئے انعام جنت ہے اور یہ عطائے ربانی ان کے لئے دائمی رہے گی یعنی وہ ہمیشہ جنت میں آرام و راحت پاتے رہیں گے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا
وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ
وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ ۝ وَإِذْ
أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّن دِيَارِكُمْ
ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ۝ اور یاد کرو جب لیا تھا ہم نے پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے
(اس بات کا) کہ نہ عبادت کرنا (کسی کی) بجز اللہ کے اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا نیز رشتہ داروں، یتیموں
اور مسکینوں سے بھی (مہربانی کرنا) اور کہنا لوگوں سے اچھی باتیں اور صحیح ادا کرنا نماز اور دیتے رہنا زکوٰۃ پھر منہ
موڑ لیا تم نے مگر چند آدمی تم سے (ثابت قدم رہے) اور تم روگردانی کرنے والے ہو اور یاد کرو جب لیا ہم نے تم سے
پختہ وعدہ کہ تم اپنوں کا خون نہیں بہاؤ گے اور نہیں نکالو گے اپنوں کو اپنے وطن سے پھر تم نے (اس وعدہ پر
ثابت رہنے کا) اقرار بھی کیا اور تم خود اس کے گواہ ہو۔ (۲/۸۳ اور ۸۴)

بنی اسرائیل سے لئے گئے عہد یعنی میثاق کا تذکرہ ہے جس میں "اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کریں" نہ صرف بنی اسرائیل بلکہ تمام مخلوق کو یہی حکم ہوا ہے ✶ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں بڑا حق یہی ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے اور کسی دوسرے کی عبادت نہ کی جائے۔ حق اللہ کے بعد حقوق العباد کا بیان ہو رہا ہے ✶ بندوں کے حقوق میں ماں باپ کا حق بہت بڑا ہے اسی لئے پہلے ان کا حق بھی ذکر ہوا ✶ پھر قرابت داروں سے حسن سلوک اس کے بعد یتامیٰ پھر مساکین کے حقوق یعنی ان سے مہربانی سے پیش آنے کا حکم ✶ پھر فرمایا لوگوں کو اچھی باتیں کہا کرو یعنی ان کے ساتھ نرم کلامی اور کشادہ پیشانی کے ساتھ پیش آیا کرو بھلی باتوں کا حکم دو برائی سے روکو۔ بردباری، درگزر اور خطاؤں کی معافی کو اپنا شیوہ بنالو یہی اچھا خلق ہے جسے اختیار کرنا چاہیئے ✶ پھر اہم چیزوں کا ذکر بھی فرمادیا کہ نمازیں پڑھو زکوٰۃ دو پھر خبر دی کہ ان لوگوں نے عہد شکنی کی اور عموماً نافرمان بن گئے مگر ان میں تھوڑے سے اس میثاق پر قائم و برقرار رہے ✶ (بحوالہ ابن کثیر۔ ملخصاً)

فرمایا۔ ہم نے تم سے عہد لیا اور کہا کہ تم میں سے بعض بعض کو نہ مارنا اور خون ریزی نہ کرنا اور ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے نہ نکالنا پھر تم نے اس کو مان لیا اور تم اس بات کے گواہ ہو۔ (جلالین)

عبادت کے شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ بندہ صرف معبود کی عبادت کے لئے تفرد اختیار کرے اور تمام غیروں سے منحرف ہو جائے ✶ والدین سے احسان کا معنی یہ ہے کہ ان سے معاشرہ اچھا ہو اور ان کے ساتھ تواضع ہو اور ان کے فرمان کی پابندی ہو اور ان کے دشمنوں سے بیزار ہو اور ان کی وفات کے بعد مغفرت کی دعائیں کرنا ✶
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یتیم کی پرورش کرنے والا اور میں جنت میں اکٹھے ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں۔ آپ نے درمیانی انگلی اور سبابہ (انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی) کی طرف اشارہ کیا ✶ آپ نے یتیم اکرم مساکین پرور

کا ہے مساکین وہ لوگ ہیں جنہیں ضرورت نے ذلیل و خوار کر دیا ۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ " بے شوہر عورتوں اور مسکینوں کی خبر گیری کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے " * جو تھا حکم قول حسن کا ہے ۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرکے لوگوں کو نرم گفتگو سے حکمت اور موعظہ حسنہ کی طرف بلاوے * ایک دوسرے کو قتل نہ کرنے اور ایک دوسرے کو گھروں سے نہ نکالنے کا بنی اسرائیل سے توریت میں وعدہ لیا گیا تھا ۔ پھر تم نے میثاق کا اقرار کیا اور معترف ہو کہ یہ میثاق ہم پر لازم و واجب ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں اور اس پر تم شاہد ہو یہ اقرار کی تاکید ہے ۔ * (ترجمان القرآن ۔ ملخصاً)

اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم فرمانے کے بعد والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی خدمت بہت ضروری ہے * مسئلہ اگر والدین اپنی خدمت کے لئے نوافل چھوڑنے کا حکم دیں تو چھوڑ دے ان کی خدمت نفل سے مقدم ہے مسئلہ واجبات والدین کے حکم سے ترک نہیں کئے جا سکتے * اچھی بات سے مراد نیکیوں کی ترغیب اور بدیوں سے روکنا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حق اور سچ بات کہو اگر کوئی دریافت کرے تو حضور کے کمالات و اوصاف سچائی کے ساتھ بیان کر دو آپ کی خوبیاں نہ چھپاؤ (حضرت صدر الافاضل بحوالہ حاشیہ کنز الایمان ۔ ملخصاً)

مسئلہ: معلوم ہوا کہ یہ احکام اسلام اور سابقہ شریعتوں میں مشترک ہیں جن میں توحید ، والدین ، رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں کی خدمت اور تمام انسانوں کے ساتھ گفتگو میں نرمی و خوش خلقی کرنا اور نماز اور زکوٰۃ سب داخل ہیں * باہم خونریزی حرام کرنا اور ایک دوسرے کو ترک وطن حرام کرانا * ترک وطن کرانے کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اتنا زور پہنچایا کہ اتنا تنگ حرام کرنا کہ بیچارہ ترک وطن پر مجبور ہو جائے * شہادت کی طرح صریح و واضح اقرار ۔ (معارف القرآن ۔ ملخصاً)

پیروان مذہب کی گمراہی کی وہ حالت جب کہ ایمان و دین کی روح یکسر مفقود ہو جاتی ہے اور دین داری کی نمائش صرف اس لئے کی جاتی ہے تاکہ نفس کی خواہشوں اور کاموں کے لئے آڑ کا بہانہ بنایا جائے (ترجمان القرآن)

عہد محاورہ توریت میں حکم کے معنی میں آتا ہے بعض شارحین قرآن نے بھی یہاں عہد لینے کو حکم دینے کے معنی میں لیا ہے * **تعبدون** صورۃً صیغہ مضارع ہے لیکن معنی امر ہے **ثم تولیتم** خطاب قرآن کے معاصر یہود سے ہے کہ اسلاف سب قول و قرار سے پھر گئے اور تم میں سے صرف چند (عبداللہ بن سلام وغیرہ) دین حق پر قائم رہ گئے ۔ (ابن قتیبہ ، کشاف ، قرطبی وغیرہ) بحوالہ (تفسیر ماجدی ملخصاً)

خلاصہ ان آیات طیبہ میں بنی اسرائیل کو دئیے گئے احکام سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے اور بنی اسرائیل کے اکثر لوگوں کا اقرار و عہد کے بعد سرکشی اور نافرمانی کا حال و نیز چند لوگ جو ایمان پر ثابت قدم رہے ان کا ذکر ہے ۔ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا جو معبود حقیقی ہے والدین کے ساتھ بھلائی اور عمدہ برتاؤ ان کی خدمت و اطاعت ، قرابت داروں کی تعظیم و شفقت ، مساکین کی اعانت ، لوگوں سے نرمی و خوش کلامی ، قیام صلوٰۃ و ادائی زکوٰۃ کے احکام کی قبولیت اور پابندی کے عہد و اقرار کے بعد چند کو چھوڑ کر باقی سب لوگوں کا روگردانی کرنا ظاہر فرمایا گیا اور یہ احکام ہیں کہ آپس میں قتل و خونریزی سے اجتناب اور باہم ایک دوسرے کو غلام بنا کر گھروں سے نہ نکالنا ۔ ان احکام کی پابندی کا عہد اور اقرار کرنے والے خود اس کے گواہ بھی رہیں یہ واضح فرمایا گیا ہے ۔

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ
تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ
وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ
تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْىٌ
فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ
فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ پھر تم ہی وہ ہو کہ اپنوں کو قتل بھی
کرتے ہو اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے نکال بھی دیتے ہو (اور) ان کے مقابلہ میں گناہ ظلم کے ساتھ
(ان کے مخالفین کی) مدد بھی کرتے ہو اور اگر وہ تم تک اسیر ہو کر پہنچ جاتے ہیں تو تم فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو حالانکہ
ان کا (وطن سے) نکالنا ہی تم پر حرام تھا تو کیا تم کتاب کے ایک حصہ کو مانتے ہو اور ایک حصہ سے انکار کرتے ہو
پس تم میں سے جو ایسا کرے اس کی سزا کیا ہے بجز دنیوی زندگی میں رسوائی کے اور قیامت کے دن یہ سخت ترین عذاب
میں ڈالے بھی جائیں گے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں یہی لوگ ہیں جنہوں نے دنیوی زندگی خرید لی ہے
آخرت کے معاوضہ میں سو ان پر سے نہ عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مدد ہی پہنچے گی۔ (۲/۸۵، ۸۶)

مدینہ منورہ کے حریف قبائل اوس اور خزرج اپنے یہودی حلفاء (بنی قریظہ، بنو قینقاع اور بنو نضیر) کے ساتھ آپس میں جنگ و جدال
کیا کرتے تھے۔ دونوں طرف کے یہود خود یہودیوں کے ہاتھوں مارے بھی جاتے وہ ایک دوسرے کے گھر اجاڑ دیتے اور بعض کو بے وطن بھی
کر دیتے تھے جب جنگ موقوف ہو جاتی تو فریق مغلوب کے قیدیوں کا فدیہ دے کر چھڑا لیتے تھے اسی پر فرمایا جا رہا ہے کہ اس کی کیا
وجہ ہے کہ تم اس حکم کو تو مانتے ہو ان سے تو عہد لیا گیا تھا کہ آپس میں قتل بھی نہ کرو اور نہ گھروں سے نکالو اسے کیوں نہیں مانتے؟
کس حکم پر ایمان لانا اور کسی کو نہ ماننا کہاں کی ایمانداری ہے * ایک جاہلی میں حضرت عبداللہ بن سلام نے ایک یہودی کی کنیز کو خرید کر
راس الجالوت کو منہ مانگی قیمت دے کر خریدنے کے لیے کہا اس کے انکار پر آپ نے فرمایا تھا کہ اگر ایسے نہ کرے تو اس کا دین
جاتا رہے گا کیونکہ تورات میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کا کوئی آدمی گرفتار ہو جائے تو اسے خرید کر آزاد کر دو۔ فدیہ دیکر
چھڑا لیا کرو اور الغیر ان کے گھروں سے بے گھر نہ کیا کرو۔ چنانچہ اس نے اس کنیز کو خرید لیا * (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)
اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کا وعدہ لیا (۱) ترک القتل (۲) ترک الاخراج (۳) ترک المظاہرۃ علیہم مع اعدائہم
(۴) فداء الاساریٰ۔ مگر انہوں نے فدیہ کے سوا تمام امور سے اعراض کیا * اللہ تعالیٰ نے یہود کے "اعراض عن الایمان
بما فی کتبھم" اور ان کے حصول "ما فی ایدیھم" اور لذات دنیا کو بیع و شراء سے تعبیر فرمایا ہے *
اس میں اہل کتاب کی سب سے بڑی مذمت بیان کی گئی ہے کیونکہ دنیوی کاروبار میں جسے خسارہ ہوتا ہے وہ
لوگوں کی نظروں میں حقیر سمجھا جاتا ہے تو جو آخرت کے امور میں خسارہ میں ہو اس کو تو حقیر سمجھنا بطریق اولیٰ ہے *
(خلاصہ صفوی ثمانی) پس لازم ہے کہ وہ آخرت کی بہتر تجارت کی کوشش کرے اور فقط دنیوی امور کی طرف نہ جھکے

اور تم ہی خود اپنے نفس سے شیطان کے کہنے پر کسی کا خون بہاتے اور نہ ہی اصل میں قریب کے ملک سے پھر اگر ایسا کرتے تھا تو گویا وہ ... ہو جاتے تھا ۔ (بحوالہ روح البیان ملخصاً)

یہ قسم دوم کے احکام ہیں ان کو بھی تاکید شدہ یہود پر فرض کیا تھا * (۱) آپس میں خونریزی نہ کرنا (۲) اپنی قوم کو ناحق باہر نکال دینا * ان دونوں حکموں کو بنی اسرائیل نے خصوصاً شہادت کے پاس حاضر ہو کر قبول کیا تھا * پھر تم وہ ہو کہ باوجود اس اقرار کے آپس میں خونریزی بھی کرتے ہو اور ایک گروہ دوسرے کو جلا وطن بھی کرتا ہے * اگر کوئی دوسری قوم کے ہاتھوں اسیر ہو جاتے ہیں تو بنی اسرائیل کا آزاد کرانا تھا تو اب مال قربان دے کر الغرض اسیروں سے رہا کرتے ہیں حالانکہ جلا وطن کرنا ہی حرام تھا * پھر ... یہ ... قوم کی یہی سزا ہے کہ دنیا میں رسوا اور ذلیل ہوں اور آخرت میں اشد عذاب ہو * یہ دونوں حکم ... احکام ... (قسم اول کے احکام کا تتمہ ہیں *) (اور فرمایا گیا کہ) ان لوگوں نے آخرت کے بدلے ... اس جہان کی ... دنیا ... حاصل کرنا مقدم سمجھا سو یہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے ان کے عذاب میں تخفیف بھی نہ کی جائے گی

مسئلہ: ظلم و حرام پر اصرار کرنا بھی حرام ہے ۔ مسئلہ: حرام قطعی کو حلال جاننا کفر ہے ۔ مسئلہ: کتاب الٰہی کا ایک حکم کا نہ ماننا بھی ساری کتاب کا نہ ماننا اور کفر ہے ۔ فائدہ: یہود کا حضرت سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو ماننا (الغرض) کفر سے نہیں بچا سکتا ۔ مسئلہ: کسی کی طرفداری میں دین کی مخالفت کرنا ... اخروی عذاب کے دنیا میں بھی ذلت و رسوائی کا باعث ہوتا ہے ۔ (بحوالہ تفسیر بر حاشیہ کنز الایمان ملخصاً)

اس باب میں ان چار حکم لازم تھے اول قتل نہ کرنا دوم اخراج یعنی ترک وطن نہ کرانا سوم اپنی قوم میں سے کسی کو قید و بند میں گرفتار دیکھیں تو روپیہ خرچ کر کے چھڑا دینا تو ان لوگوں نے اول کے دو حکم کو تو چھوڑ دیا اور تیسرے حکم کا اہتمام کرتے تھے * اس قسم میں صرف دو سزاؤں کا ذکر ہے جو دوسری حالت میں ... کی خلاف ورزی کے باعث بنی قریظہ کا قتل اور قید ہونا اور بنی نضیر کا جلاوطن ذلت و خواری شام کی طرف نکالا جانا (بحوالہ معارف القرآن ملخصاً)

یعنی اپنی قوم غیر کے ہاتھ پکڑے تو چھڑا دینے کو موجود ہو اور آپ ان کے ستانے میں قصور نہیں کرتے اگر خدا کے حکم پر چلتے ہو تو دونوں حکم چلو ۔ (موضح القرآن)

خلاصہ خالق کریم نے یہود پر چند پابندیاں عائد فرمائی تھیں یعنی باہمی قتل اپنی ہی قوم کے لوگوں کی جلاوطنی سے منع کیا تھا اور یہ بھی حکم ہوا کہ اپنی قوم کے کسی فرد کو اسیر پائیں تو مال خرچ کر کے اسے رہا کرائیں ۔ قرآن حکیم یہود کی اس حقیقت کو ظاہر فرما رہا ہے کہ الغرض ان احکام کی تعمیل کا اقرار کیا تھا لیکن حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ اپنے اقرار کے باوجود وہ آپس میں خونریزی بھی کرتے اور اپنی ہی قوم کے لوگوں کو جلاوطن بھی کر دیتے اپنے مخالفوں کی امداد بھی کرتے لیکن اس کے باوجود ... کسی ... کے اسیر ہو جاتا تو فدیہ دے کر چھڑوا لیا کرتے ۔ یہ واقعہ ... عہد رسالت کے یہودیوں سے ... کہ ان کے قبائل مدینہ کے دو مشہور قبائل اوس و خزرج کی آپس کی دشمنی میں ... حلیفوں کی حیثیت سے منقسم ہو کر باہمی قتل و جلاوطنی میں مشغول تھے اور اپنے اقرار کے تیسرے حکم کو بجا لاتے ... قرآن حکیم ... بعض حکم مانتے اور ... انکار ... الغرض ... اس کی سزا دنیوی ذلت اور اخروی عذاب کی صورت میں ملے گی ... اللہ تعالیٰ ... عذاب آخرت کی پرواہ نہ کرتے ... دنیوی آسائش ... عذاب ... کی صورت میں ہوگی

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى
ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ
بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝
وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝
وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ
قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ
فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی اور ان کے بعد ہم نے پے در پے
پیغمبر بھیجے اور عیسیٰ بن مریم کو ہم نے روشن نشانیاں عطا کیں اور ہم نے روح القدس (یعنی جبرئیل) سے
ان کی تائید کی تو کیا جب کبھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ان (احکام) کے ساتھ آیا جو تمہارے نفس کو نہ بھاتے
تو تم اکڑنے لگے پھر بعض کو تو تم نے جھٹلا دیا اور بعض کو تم قتل ہی کرنے لگے* اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محفوظ
ہیں (محجوب) بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کر رکھی ہے ان کے کفر کے باعث اور وہ ایمان بہت تھوڑا ہی رکھتے ہیں*
اور جب ان کے پاس ایک کتاب اللہ کے پاس سے پہنچی جو تصدیق کرنے والی اس کی جو ان کے پاس (پہلے سے) موجود ہے
اور اس سے قبل یہ (خود ہی) کافروں سے بیان کیا کرتے تھے پھر جب ان کے پاس وہ آ گیا جس کو (خوب) پہچانتے تھے
تو اس کا انکار کر بیٹھے سو اللہ کی لعنت ہو کافروں پر۔ (۲/ ۸۷ تا ۸۹)

یہاں بنی اسرائیل کے فساد و تکبر کے سلسلہ میں فرمایا گیا کہ انہوں نے تورات میں تحریف و تبدیل کیا حضرت موسیٰؑ کے بعد بھی کئی شریعت پیغمبر آتے رہے اور انبیاء کی مخالفت کی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ آئے انہیں معجزات عطا کیے گئے تھے اور ان کی تائید میں روح القدس یعنی حضرت جبرئیلؑ کو مامور کیا گیا لیکن بنی اسرائیل نے اپنے غرور و تکبر کے باعث ان سے حسد کیا انبیاء کرام کو جھٹلاتے رہے کبھی ان کو قتل کر دیتے تھے جس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کرام کی تعلیمات حق ان کی مرضی و طبیعت کے خلاف ہوا کرتی تکذیب و قتل کا یہ سلسلہ رہا کرتا تھا* یہود فخر و مباہات سے کہتے کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں لیکن درحقیقت ان کے کفر کے باعث ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو رہی ہے وہ بہت تھوڑا ایمان رکھنے والے ہیں انہیں یہ زعم ہے کہ ان کے دلوں میں علم بھرا ہوا اور غلاف میں محفوظ ہے حالانکہ ان پر خدا کی لعنت کی مہر لگی ہوئی ہے* ارشاد ہوتا ہے کہ جب ان کے پاس کتاب اللہ آئی یعنی قرآن مجید کا نزول ہوا جو پہلے نازل کیا جا چکا الٰہی آسمانی صحائف کی تصدیق ہے اور جس کے نزول کا خود یہود بے کر انتظار تھا جس کا وہ ذکر آپس میں یا اپنے حریفوں سے تذکرہ کیا کرتے تھے وہ عرب کے مشرکین سے کہتے تھے کہ عنقریب ہی اللہ کی سچی کتاب لے کر اللہ کے ایک عظیم الشان رسول تشریف لانے والے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ ہو کر تمہارا نام و نشان مٹا دیں گے یہی نہیں بلکہ وہ دعائیں کیا کرتے تھے کہ اے اللہ اس نبی برحق خاتم المرسلین کو جلد بھیج جس کی صفتیں ہم تورات میں پاتے ہیں لیکن جب اس نبی محترم کی تشریف آوری ہوئی اور ہدایت ربانی اتری تو یہی یہود

حسد وعناد کے باعث انکار کر بیٹھے حالانکہ انہوں نے اچھی طرح پہچان لیا تھا۔ قرآن وصاحب قرآن کی ساری حقانی نشانیاں دیکھ لیں اگرچہ کہ دل سے قائل ہو چکے تھے لیکن ناانصافی تھی کہ انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کے شکار ہوئے۔ پہلے سے مانتے تھے اور منتظر تھے اور جب وہ نبی آخری نبی آ گئے تو حسد و تکبر سے انکار کر بیٹھے (بحوالہ ابن کثیر)
حضرت عیسیٰ ابن مریم کو معجزے دیئے زندہ کرنا مردوں کو اور اندھے مادرزاد اور کوڑھی کو اچھا کرنا اور ان کو قوت دی جبرئیل سے جہاں حضرت عیسیٰ جاتے تھے جبرئیل ان کے ساتھ ہوتے تھے (جلالین)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عظیم معجزات اور تائید بروح القدس سے موصوف کیا گیا باقی حضرات صرف توراۃ کے احکام کے اجرا کے لئے بھیجے گئے۔ حضرت عیسیٰ کو بہت سے احکام کو منسوخ کرنے پر مامور کیا گیا ونیز علاوہ عقیدے اور بہت سی باتیں بتانے کا حکم دیا * حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے مابین چار ہزار نبی بھیجے گئے بعض کے نزدیک ستر ہزار (بحوالہ روح البیان)

یہودی اپنی تعریف میں کہتے تھے کہ ہمارے دل پر غلاف ہے یعنی سوا اپنے دین کے کسی کی بات ہم کو اثر نہیں کرتی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حق بات اثر نہ کرے یہ تو ان پر لعنت کا * جب یہ لوگ کافروں کا دکھ دیکھتے تو دعا مانگتے کہ نبی آخر الزماں شتاب پیدا ہو جب پیدا ہوئے تو آپ ہی منکر ہوئے (موضح القرآن)

سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن کریم کے نزول سے قبل یہود اپنی حاجات کے لئے حضور کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے * مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ مقبولان حق کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سے قبل جہان میں حضور کی تشریف آوری کا شہرہ تھا اس وقت بھی حضور کے وسیلہ سے خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔ (تفسیر خزائن العرفان بر حاشیہ کنزالایمان)

اے بنی اسرائیل تمہارا یہ آپس کا کشت و خون یا نبی آخر الزماں کی مخالفت غلطی اور خطا سے نہیں بلکہ سرکشی وعناد سے ہے * حق بات پر ثابت قدم رہنے کا نام تصلب ہے اور باطل پر ضد کرنے کا نام تعصب ان یہودیوں نے اپنے تعصب کو تصلب سمجھا اور اس پر فخر کیا * اللہ والوں کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے کیونکہ رب نے ان یہودیوں کے وسیلہ پکڑنے کا انکار نہ کیا بلکہ ان کے کفر پر لعنت کی اس واسطے علی الکافرین فرمایا نہ کہ علیہم تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ وسیلہ پکڑنے والوں پر لعنت کی گئی۔ (بحوالہ اشرف التفاسیر المعروف بہ تفسیر نعیمی)

خلاصہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ نازل فرمائی اور ان کے بعد مسلسل نبی بھیجے جو توراۃ کے احکام کا اجرا و نفاذ کرتے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزات اور حضرت جبرئیل کی تائید کے ساتھ مامور فرمایا۔ بنی اسرائیل اپنے غرور و حسد کے باعث جھٹلا بیٹھے چنانچہ اور بعض کو قتل کر دیتے الغرض اپنے علوم کے محفوظ ہونے پر گھمنڈ تھا حالانکہ ان کے کفر و عصیان کے سبب وقتل انبیاء کے باعث

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ اللَّهُ
مِن فَضْلِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ
عَذَابٌ مُّهِينٌ ○ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ
بِمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ
قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنبِيَاءَ اللَّهِ مِن قَبْلُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○ وَلَقَدْ جَاءَكُم
مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِن بَعْدِهِ وَأَنتُمْ ظَالِمُونَ ○ بہت بری

ہے وہ چیز جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا ہے کہ کفر کرتے ہیں اس (کتاب) کے ساتھ
جو اللہ نے نازل کی ہے (محض) اس ضد پر کہ اللہ نے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہا اپنا فضل (خاص)
نازل کیا سو وہ مستحق ہو گئے غضب پر غضب کے اور کافروں کے لئے ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب ہے *
اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ اس (کتاب) پر جو اللہ نے نازل کی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر تو ایمان
رکھتے ہیں جو ہمارے اوپر نازل ہوا ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے اس سے یہ کفر کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی حق ہے
اس کتاب کا جو ان کے پاس ہے۔ آپ کہئے پھر تم کیوں قتل کرتے رہے انبیاء کو اس سے پہلے اگر تم (اپنی کتاب پر
ہی) ایمان رکھتے تھے * اور بے شک موسیٰ (علیہ السلام) تمہارے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے پھر تم نے بنا لیا
بچھڑے کو (اپنا معبود) اس کے بعد اور تم (تو عادی) گنہگار ہو۔ (۲/ ۹۰ تا ۹۲)

یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بدلے تکذیب، ایمان لانے کے بجائے کفر اور آپ کی نصرت کے
بدلے مخالفت کی۔ یہ بدترین چیز تھی جو انہوں نے بہترین چیز کے عوض مول لیا۔ یہ محض حسد و بغض کے باعث تھا
تورات کے احکام کی پابندی نہ کرنے کا غضب تو تھا ہی لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کفر دوسرا غضب تھا
یا یوں کہ حضرت عیسیٰؑ کو نہ ماننا پہلا اور دوسرا خاتم النبیینؐ کی رسالت کا نہ ماننا تھا یا یہ کہ تو رسالت پر ہی
پہلا غضب تھا اور رسول اللہ کی مخالفت دوسرا غضب تھا۔ ان کے کفر، حسد و بغض کے باعث انہیں ذلیل عذاب
میں مبتلا کر دیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

جب ان کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن اتارا اس پر ایمان لاؤ وہ کہتے ہیں کہ ہم تورات پر جو ہم پر اتری ہے
ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور حال ان کا یہ ہے کہ تورات کے سوا قرآن کا (جو تورات کے بعد نازل ہوا) انکار کرتے
ہیں حالانکہ قرآن سچا ہے ان کی کتاب کی سچائی اس سے ثابت ہوتی ہے (اے محبوب) ان سے کہہ دیجئے
کہ اگر تم تورات پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو پہلے سے کیوں مارتے چلے آئے حالانکہ تورات ہی اس کی
مخالفت تم کو پہنچاتی ہے۔ (اس آیت میں اگرچہ خطاب ان کو ہے جو زمانہ رسول اللہؐ میں موجود تھے مگر چونکہ وہ لوگ ان افعال سے خوش
تھے جو ان کے آباؤ اجداد نے کئے اس لئے انبیاء کا قتل ان سے منسوب کر دیا گیا ہے) (جلالین)

حسد اس چیز کو طلب کرنا جو اس کے پاس نہ ہو کرے کہ حاسد کا کام ہے کہ جو مرتبہ و قدر اور حقیقت محسود کو حاصل ہے وہ چاہتا ہے وہی مجھے مل جائیں اور یا نہیں وہ ظالم ہے۔ جو اس فضل کی وجہ حسد کرتا ہے * مومنین کا عذاب ان کو ادب سکھانے اور گناہوں سے پاک کرنے کے لئے اور کافروں کو عذاب ان کو ذلیل اور ان پر سختی کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے * دین و دنیا کا فیض و فضل اللہ تعالیٰ کے کرم پر مبنی ہے کسی پر فیض و فضل ہو جائے تو حسد نہیں کرنا چاہئے (ماخوذ از روح البیان)

یہود نے یہ برا سودا کیا کہ اللہ کے نبی اور اس کی کتاب کے منکر ہو گئے * یہود کی خواہش تھی کہ ختم نبوت کا منصب بنی اسرائیل میں سے کسی کو ملتا جب دیکھا کہ وہ محروم رہے بنی اسماعیلؑ کو نوازے گئے تو حسد سے منکر ہو گئے * مسئلہ: حسد حرام اور محرومیوں کا باعث ہے * ذلت و اہانت والا عذاب کفار کے ساتھ خاص ہے مومنین کو گناہوں کی وجہ سے عذاب ہوا بھی تو ذلت و اہانت کے ساتھ نہ ہوگا * (یہود کا) توراۃ پر ایمان رکھنے کا دعویٰ غلط ہے چونکہ قرآن پاک جو توراۃ کا مصدق ہے اس کا انکار توراۃ کا انکار ہوگا * (یہود کی) تکذیب ہے کہ اگر توراۃ پر ایمان رکھتے تو انبیاء علیہم السلام کو ہرگز شہید نہ کرتے * (یہود کی) اس پر بھی تکذیب ہے کہ شریعت موسوی کے ماننے کا دعویٰ جھوٹا ہے اگر تم مانتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا اور ید بیضا وغیرہ کھلی نشانیوں کے دیکھنے کے بعد گوسالہ پرستی نہ کرتے۔ (تفسیر صدر الافاضل برحاشیہ کنز الایمان)

نبوت علم و ولایت محض اللہ کے فضل سے ملتی ہے * اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے جس کو چاہے اپنے فضل سے نوازدے * حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ نبی آخر الزماں سچے اور ان کا قرآن حق ہے اب جو قرآن کا انکار کرتا ہے وہ فرمان حضرت موسیٰ کا منکر ہے * فرمایا ہے تمہارے پاس موسیٰؑ الہی نشانیاں یعنی کھلے ہوئے معجزات لے کر آئے .... اس کے باوجود تم نے (اے یہود) بچھڑے کو معبود بنا لیا جو تمہارے ہاتھوں ڈھالا اور بنایا ہوا تھا کو ابھی موسیٰؑ نے وفات نہ پائی تھی بلکہ صرف انہوں نے تم سے کچھ ہی دیر کی تھی کہ توراۃ لینے طور پر گئے تھے اور تم نے یہ غضب ڈھایا۔ (ماخوذ از اشرف التفاسیر)

(یہود) کی سرکشی اور ان کا کسی دلیل پر مبنی نہ تھا صرف حسد اور بغض جلوہ رہا تھا * جرات قتل انبیاء و ان (یہود) کے عدم ایمان کی واضح دلیل ہے * عقیدہ و اعتقاد کی طرف اجمالاً اشارہ اور ان کے دعوی (اپنے انبیاء پر ایمان کے) کے بطلان کو واضح کیا جا رہا ہے۔ (ماخوذ از ضیاء القرآن)

خلاصہ: ایمان و تصدیق کے بدلے کفر و تکذیب مول لینا یہود کا بڑا برا اور نقصان دہ سودا تھا اور وہ بھی محض اپنے حسد و بغض غصہ و عناد کے باعث کیا۔ نبی آخر الزماں کا بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیلؑ میں ظہور پذیر ہونا ان کے حسد و عناد کا سبب تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جسے چاہے عطا کرے۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضور اکرمؐ کی رسالت کا انکار غضب پر غضب تھا۔ کافروں کے لئے رسوا کن ذلت والا عذاب ہے۔ قرآن پاک کے انکار کے سلسلہ میں یہ حجت کہ ہم صرف اپنی قوم پر نازل شدہ کتاب توراۃ کو مانتے ہیں باطل ہے اگر ایسا ہوتا تو قتل انبیاء کے مرتکب نہ ہوتے یعنی یہی توراۃ پر ان کے عدم ایمان کا ثبوت حضرت موسیٰؑ کے معجزات دیکھنے کے باوجود ان کے کوہ طور پر جانے کے بعد گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو جانا بھی ہے۔ قرآن حکیم نے اجمالاً ان تمام واقعات کی طرف اشارہ فرما کر جتا دیا کہ اے یہود! تم ہمیشہ ہی سے نافرمانیوں پر دلیر اور ظالم رہے ہو۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ
قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا
يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ
عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝
وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ
لَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ
يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تم سے قول و قرار لیا تھا اور تمہارے اوپر کوہ طور کو بلند کیا تھا (کہ) جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور سنو، (اس وقت) بولے تھے کہ (ہاں) ہم نے سن لیا مگر ہم نے مانا نہیں اور ان کے دلوں میں بچھڑا ان کے کفر ہی کے سبب سے پیوست ہو گیا تھا آپ کہہ دیجئے (کیسی) بُری ہے وہ بات جس کا حکم تمہیں (یہ) تمہارا (مبینہ مذہب) ایمان دے رہا ہے اگر تم (واقعی) ایمان والے ہو* آپ فرما دیجئے کہ اگر عالم آخرت خاص تمہارے ہی لئے ہے دوسروں کو چھوڑ کر تو موت کی آرزو کر دیکھو اگر تم سچے ہو* لیکن وہ اس کی آرزو ہرگز کبھی بھی نہ کریں گے بسبب ان (اعمال بد) کے جو یہ اپنے ہاتھوں آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ظالموں سے (خوب) واقف ہے* اور آپ یقیناً زندگی پر حریص سب لوگوں سے بڑھ کر پائیں گے (یہاں تک کہ) مشرکوں سے بھی بڑھ کر ان میں سے ایک ایک یہ چاہتا ہے کہ ہزار (ہزار) برس کی عمر پائے حالانکہ اگر اتنی عمر وہ پا بھی جائے تو یہ (امر) اسے عذاب سے نہیں بچا سکتا اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اسے (خوب) دیکھ رہا ہے۔ (۲/۹۳ تا ۹۶)

اللہ تبارک وتعالیٰ بنی اسرائیل کی خطائیں، مخالفتیں، سرکشی اور حق سے روگردانی بیان فرما رہا ہے کہ طور پہاڑ جب سروں پر دیکھا تو اقرار کیا جب وہ ہٹ گیا تو پھر منکر ہو گئے۔ (تفصیل قبل ازیں بیان ہو چکی ہے) بچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں رچ گئی* بار بار کی عہد شکنیاں، موقع موقع کا کفر کیا بھول گئے۔ حضرت موسیٰ کے سامنے تم (یہود) نے کفر کیا ان کے بعد کے پیغمبروں کے ساتھ تم نے سرکشی کی یہاں تک کہ افضل النبیین ختم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بھی نہ مانا جو سب سے بڑا کفر ہے۔ (ابن کثیر)

اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ جنت تمہارے ہی لئے ہے تو خود تم وہاں اپنا سینہ گرو کرو اور جنت میں پہنچانے والی موت ہے تو موت کو بھی جلدی سینہ گرو کرو (سو آرزو موت کی کرو) اور وہ ہرگز موت کی آرزو نہ کریں گے بسبب ان حرکات ناشائستہ کے جو ان سے سرزد ہوئیں رسول اللہ کا انکار ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔ (جلالین)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر یہود موت کی آرزو کرتے تو اپنا تھوک نگلنے سے پہلے فوراً مر جاتے

اس کے بعد پھر کوئی یہودی روئے زمین پر زندہ نہ رہتا * نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی آرزو سے روکا ہے فرمایا "کوئی تم میں سے دکھ کی وجہ سے موت کی آرزو نہ کرے لیکن یوں کہہ سکتا ہے اے اللہ! مجھے زندہ رکھ اگر میرے لئے زندگی بہتر ہو اور اگر میرے لئے موت بہتر ہو تو مجھے موت دے دے" (بحوالہ روح البیان)

یعنی ظاہر ہو گیا کہ ہم نے مانا اور جھوٹے کیا کر نہ جانا * کہتے تھے کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہ جائے گا یا ہم کو عذاب نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر یقیناً بہشتی ہو تو مرنے سے کیوں ڈرتے ہو۔ (موضح القرآن)

یہود باوجود نہایت ضد اور شدت مخالفت کے بھی تمنائے موت کا لفظ زبان پر نہ لا سکے" یہ معجزہ ہے" مسئلہ موت کی محبت اور لقائے پروردگار کا شوق اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ (تفسیر برحاشیہ کنزالایمان)

پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ (یہود) تورات کے اول ہی سے منکر تھے * ایمان ذریعے نہیں منجانب الٰہی سے ملتا ہے * شریعت کے احکام ظاہر ہوتے ہیں کہ منقطعوں پر اسی لئے اسرائیلیوں نے جب جنت میں سمجھا کہ دیا قرآن سے پہاڑ پٹخا دیا گیا * جھوٹے کا جھوٹ ظاہر کرنا ضروری ہے تاکہ لوگ اس سے بچیں * زندگی کے لالچ میں دین کا لحاظ نہ رکھنا بڑی بدبختی ہے * اسلامی سلام بہت بہتر ہے السلام علیکم میں دینی دنیوی ہر مصیبت سے سلامتی کا ذکر ہے * بنی اسرائیلی دین کو اپنی ذات پر قربان کرتے تھے کہ اپنے نفع کی خاطر دین کی بربادی کرتا ہے۔ اللہ کی حد میں گوارا کرتے تھے۔ (بحوالہ اشرف التفاسیر)

ثابت یقینی کا عقیدہ الفیں (یہود کا) انکار حق پر محکم کر دیا تھا * مرنے کی دعا ان کے دعوے کی سچائی کا ثبوت ہوتی * قرآن فرماتا ہے اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو ذرا اپنے مرنے کی دعا تو کرو تاکہ اس دارالمحن سے نکل کر جنت کی ابدی نعمتوں سے شادکام ہو۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں کریں گے اور واقعی وہ ایسا نہ کر سکے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن)

قرآن حکیم یہود کو اس قول و قرار کی یاد دلا رہا ہے جب ان کے انکار کے سبب کوہ طور کو ان کے سروں پر ٹھہرا دیا گیا تھا جس کے خوف سے انہوں نے سننے کا اقرار کیا اور جب وہ پہاڑ ہٹ گیا تو اپنے قول سے پھر گئے۔ ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بس گئی تھی۔ وہ بار بار وعدہ کرتے اور پھر اپنے عہد کو توڑ دیا کرتے تھے۔ انہوں نے نہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روبرو اپنے تمرد، سرکشی اور انکار کے جذبے کو روا رکھا بلکہ ان کے بعد آنے والے پیغمبروں کی تکذیب کرتے رہے۔ یہود کی سرکشی اور کافرانہ چال بدل نہ سکی یہاں تک کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا علم انکار کر کے کفر عظیم کا ارتکاب کیا۔ یہود کو اپنے جنتی ہونے کا دعویٰ تھا قرآن نے فرمایا حصول جنت کا تو موت ذریعہ ہے اگر تمہارا دعویٰ سچا ہے تو موت کی آرزو کرو لیکن وہ موت سے ڈرنے والے ایسا نہ کر سکے۔ کیوں کہ وہ اپنے اعمال بد سے خوب واقف تھے آخرت کے عذاب سے بچنے کے لئے زیادہ زندگی کے حریص تھے اور ہزار ہزار سال عمر جینے کے متمنی تھے اگر وہ اتنا جی لیں پھر بھی عذاب سے بچ نہیں سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کا ہر عمل دیکھ رہا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ○ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ آپ فرمائیے جو دشمن ہو جبریلؑ کا (اسے معلوم ہونا چاہیے) کہ اس نے اتارا قرآن آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے (یہ) تصدیق کرنے والا ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے اتریں اور سراپا ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان والوں کے لئے۔ جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریلؑ و میکائیلؑ کا تو اللہ بھی دشمن ہے (ان) کافروں کا۔ اور یقیناً ہم نے اتارے ہیں آپ پر روشن نشانیاں اور کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا ان کا بجز نافرمانوں کے۔ کیا (یوں نہیں) کہ جب کبھی انہوں نے وعدہ کیا تو پھر توڑ پھینکا اسے انہی میں سے ایک گروہ نے بلکہ ان کی اکثریت تو (سرے سے) ایمان ہی نہیں لاتی۔ (۲/۹۷ تا ۱۰۰)

امام ابن جعفر طبریؒ فرماتے ہیں کہ اس پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت جبرئیلؑ کو اپنا دشمن اور حضرت میکائیلؑ کو اپنا دوست مشہور کیا تو اس وقت ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ امر نبوت کے بارے میں جو گفتگو ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تھی اس میں انہوں نے یہ کہا تھا بعض کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ سے ان کا جو مناظرہ ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں تو اس میں انہوں نے یہ کہا تھا * آیت کا مطلب یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام اللہ کے امین فرشتے ہیں اللہ کے حکم سے آپ کے دل میں اللہ کی وحی پہنچانے پر مقرر ہیں * اللہ تعالیٰ کی فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنے رسول چھانٹ لیتا ہے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ بھی فرشتوں میں سے ہیں لیکن خاص طور پر اس لئے نام لیا کہ مسئلہ بالکل صاف ہو جائے اور یہودی جان لیں کہ ان میں سے ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن ہے * جس نے اللہ کے دوست سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی اور خود اللہ کا دشمن اللہ بھی اس کا دشمن اور جس کا دشمن خود اللہ تعالیٰ ہو جائے اس کے کفر و بربادی میں کیا شبہ رہ گیا * بخاری کی حدیث قدسی ہے "میرے دوستوں سے دشمنی رکھنے والے کو میں اعلان جنگ دیتا ہوں" (مخوذ از ابن کثیر)

اور بے شک ہم نے اتاریں آپ کی طرف اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آیتیں ظاہر اور ان کا انکار نہیں کرتے مگر کافر جو اللہ سے پھرے ہوئے ہیں اور کیا جس چیز کا وہ اللہ سے عہد کریں گے جیسے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاویں گے جب وہ آویں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا اقرار کریں کہ ہم آپکے مقابلے میں کافروں کا ساتھ نہ دیں گے اس کو ایک جماعت ان میں سے توڑ دے گی بلکہ ان میں سے اکثر ایمان ہی نہیں لاویں گے (جلالین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد یہودیوں کا ایک وفد عبد اللہ بن صوریا کے ساتھ آیا اور انہوں نے چند سوالات
پوچھے جس کے جوابات رسول اللہ نے عطا فرمائے اور علماء یہود نے ان جوابات کو مان لیا اس پر حضور علیہ السلام نے جب یہود سے آپ
محمد پر ایمان لانے میں کیا امر مانع ہے تو انہوں نے کہا ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کے پاس جبرئیل وحی لاتے ہیں وہ ہمارے دشمن
ہیں اور ہم ان سے دشمنی رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے کہا یہ ہم پر عذاب الٰہی لاتا رہا ہے * اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ
اور اس کے رسولوں اور ملائکہ بالخصوص جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے * یہود نے جب
کوئی عہد اللہ تعالیٰ سے یا رسول کی معرفت باندھا یا لوگوں سے عہد کیا تو ان میں سے ایک فریق نے عہد اس کو توڑ دیا...
ایک فریق کیا ان میں سے اکثر کا اس پر اعتقاد تھا نہ اس پر ایمان تھا۔ (بحوالہ تفسیر حقانی)

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں جبر و میک و اسراف سریانی لغت میں بمعنی عبد ہیں اور ایل اور آئیل
اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں اب معنی ہوا عبد اللہ یا عبد الرحمٰن * قرآن پاک ایک ذریعہ ہے ارشاد رضیہ اللہ تعالیٰ نے تاکہ لوگوں
کو دور فرمایا یہود سمجھانا چاہتے تھے... مثلاً اگر انہیں رات میں حمام میں داخل ہوں اس میں اچھے لوگ ہوں اللہ تعالیٰ بھی
رستے سے اگر کوئی حرام نے آئے تو اسے سمجھانے کے لئے سورۃ اہل بیت کو کوئی مجلس نہیں کرسکتا اس طرح یہ کرامت علیہ السلام ہیں (روح البیان جلد اول)

یہودیوں کے عالم عبد اللہ بن صوریا نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کے پاس آسمان سے کون فرشتہ آتا ہے
فرمایا جبرئیل ابن صوریا نے کہا وہ ہمارا دشمن ہے عذاب شدت اور خسف اتارتا ہے کئی مرتبہ ہم سے عداوت کر چکا ہے
اگر آپ کے پاس میکائیل آتے تو ہم آپ پر ایمان لے آتے * یہود کی عداوت جبرئیل کے ساتھ تو ثابت ہے لہٰذا اگر انصاف
ہوتا تو وہ جبرئیل امین سے محبت کرتے اور شکر گزار ہوتے کہ وہ ایسی کتاب لائے جس سے ان کی کتابوں کی تصدیق ہوتی ہے (کنز الایمان)

دنیا میں کوئی شخص حضور کے برابر عالم نہیں ہوسکتا کیونکہ تمام لوگ تو انسانوں سے سیکھ کر عالم بنتے ہیں مگر حضور انور
علیہ السلام نے تمام علوم حضرت حق قرآن شریف اللہ تعالیٰ سے سیکھے کہ رب نے فرمایا نزلہ علی قلبک جبرئیل نے قرآنی
علوم تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے نازل کئے جس سے تمام علوم بغیر محنت کے حاصل ہوگئے (تفسیر نعیمی)

حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور حضور کے اوصاف وکمالات جو تورات اور زبور
میں موجود تھے انہوں نے اپنی آنکھوں سے ذات پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں مشاہدہ کرلئے تو بجائے اس کے کہ
ایمان لاتے ان کا غرور نے اپنی حقیقت کی تکالیف کی ان تحریکات ہی کو پس پشت ڈال دیا اور ان کو ماننے سے
انکار کردیا جس قوم کی بد دیانتی کا یہ حال ہو اس سے معمولی سی بات کا انکار تو متوقع ہی کیا جاسکتا ہے (ضیاء القرآن)

خلاصہ: حضرت جبرئیل تمام ملائکہ سے افضل ہیں۔ ان سے یہود کو خوش ہونا چاہیے تھا کیونکہ وہ
اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآن مجید کو قلب حبیب پر اتارا۔ جس نے سمجھایا نہ پیرا اور تھی کہ یہ کلام حق۔ قرآن حکیم
تمام صحائف کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہدایت اور بشارت دینے والا ہے اس کے بجائے انہوں نے حضرت جبرئیل کو
اپنا دشمن کہہ کر اپنی نادانی کا اظہار کیا۔ جو اللہ کا فرشتوں کا رسولوں کا اور جبرائیل و میکائیل کا دشمن
ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا دشمن ہوگا۔ ظاہر ہے اللہ جس کا دشمن ہو وہ کافر و برباد ہوگا۔ صرف نافرمان ہی اللہ کی
نشانیوں کے منکر ہوتے ہیں۔ وعدہ کرتے ان کا ایک گروہ مکر جاتا ہے بلکہ ان کی اکثریت ایسی کرتی ہے جو تورات کو انہوں نے پس پشت

[illegible]

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ
كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِينُ
عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ
السِّحْرَ ۚ وَمَآ أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ أَحَدٍ
حَتّٰى يَقُولَآ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۚ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهٖ
بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۚ وَمَا هُمْ بِضَآرِّينَ بِهٖ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُونَ
مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ
وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ أَنْفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا
لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

اور جب آیا ان کے پاس رسول اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو پھینک دیا اہل کتاب کی ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو اپنی پشتوں کے پیچھے جیسے وہ کچھ جانتے ہی نہیں * اور پیروی کرنے لگے اس کی جو پڑھا کرتے تھے شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں حالانکہ سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے ہی کفر کیا سکھایا کرتے تھے لوگوں کو جادو نیز وہ علم جو اتارا گیا دو فرشتوں پر (شہر) بابل میں (جن کے نام) ہاروت اور ماروت تھے اور (کچھ) نہ سکھاتے تھے وہ دونوں کسی کو جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں (ان پر عمل کر کے) کفر مت کرنا (اس کے باوجود) لوگ سیکھتے رہے ان دونوں سے وہ منتر جس سے جدائی ڈالتے تھے خاوند اور اس کی بیوی میں اور وہ ضرر نہیں پہنچا سکتے اپنے جادو منتر سے کسی کو بغیر اللہ کے ارادہ کے اور وہ سیکھتے ہیں وہ چیز جو ضرر رساں ہے ان کے لئے اور نہیں نفع پہنچا سکتی انہیں اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس نے اس کا سودا کیا اس کے لئے آخرت میں (رحمت الٰہی سے) کوئی حصہ نہیں اور بہت بری ہے وہ چیز بیچا ہے انہوں نے جس کے عوض اپنی جانوں (کی متاع) کو کاش وہ کچھ جانتے اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگار بنتے تو (اس کا) ثواب اللہ کے ہاں بہت اچھا ہوتا کاش! وہ کچھ جانتے (۲/۱۰۱ تا ۱۰۳)

(یہود) نے کتاب اللہ کو علیحدہ پارہ کو اس طرح چھوڑ رکھا تھا گویا پھینک دیا تھا اسی لئے ان کی مذمت میں "نبذ" (پھینک دیا) لفظ لایا گیا * جب ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا ہمارا پیغمبر ان کے پاس آیا تو ان کے ایک فریق نے اللہ کی کتاب سے بے پرواہی کر کے اس طرح اسے چھوڑ دیا گویا کوئی علم ہی نہیں بلکہ جادو کے پیچھے پڑ گئے * نفسانی خواہشوں کو سامنے رکھ لیا اور کتاب اللہ کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا * یہ لوگ کتاب اللہ کو رد کر کے باجے گاجے کھیل تماشے اور ذکر اللہ سے روکنے والی ہر شے مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِينُ ہے (حوالہ ابن کثیر)

پیروی کی (یہود) نے جادو کی جس کو شیاطین (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کی بادشاہت کے زمانہ میں
پڑھتے تھے اور لوگوں کو سکھاتے تھے اور جب سلیمان علیہ السلام کا ملک ان سے چھینا گیا تو شیاطین نے سحر کو ان کے
تخت کے نیچے چھپا دیا یا یہ کہ شیاطین جو آسمان سے کچھ باتیں چرا لاتے ہیں اور چغلی سن آتے ہیں اور ان میں بہت سی
باتیں ملا کر نجومیوں کو سناتے ہیں ان جھوٹی باتوں کو وہ کتابوں میں لکھتے اور جمع کرتے تھے اور یہ بات پھیل گئی کہ جنات
غیب دان ہیں تو سلیمان ؑ نے وہ تمام کتابیں اکٹھا کرکے زمین میں چھپا دیں جب ان کی وفات ہو گئی شیاطین نے لوگوں کو ان پر
مطلع کر دیا جب وہ کتابیں نکالیں اور دیکھا تو ان میں جادو تھا تو انہوں نے آپس میں کہا کہ سلیمان علیہ السلام اسی علم سحر کے سبب
حکومت کرتے تھے۔ انہوں نے پیغمبروں کی کتابوں کو چھوڑ دیا اور یہ علم سیکھا اور یہود یہ کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سلیمان ؑ
کو پیغمبر بتاتے ہیں حالانکہ وہ ساحر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی بات جھوٹی کی اور حضرت سلیمان ؑ کو اس سے بری اور
پاک کرنے کے لئے فرمایا **وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ الخ** اور سلیمان نے جادو نہیں سیکھا سکھلایا اور نہ اس پر عمل کیا
بلکہ شیاطین کافر ہوئے کہ وہ لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے ... (بحوالہ تفسیر جلالین)

مروی ہے کہ سحر شیطان کا استخراج ہے اس لئے کہ شیطان کا جوہر لطیف ہے اور فہم و ذکاء دقیق
وَمَا اور سکھاتے تھے لوگوں کو وہ **اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ** دو فرشتوں پر نازل کیا گیا یعنی انہیں
جو الہام سے معلوم ہوا یعنی علم سحر۔ وہ دونوں لوگوں کے امتحان کے لئے اتر کر جادو سکھاتے جو کوئی اسے سیکھتا
اور عمل کرتا تو وہ کافر ہو جاتا اور جو اس کو سیکھ کر گناہ کش ہوتا یا سیکھ کر چھوڑ دیتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اور
اس سے بچتا تو وہ مومن ہوتا ... میں شر کو شر کی خاطر نہیں بلکہ بچاؤ کی خاطر سیکھتا ہوں (روح البیان)
ہاروت و ماروت نیز نام ہیں دو شخص تھے کہ جن کو ان کے عجائب افعال اور نیک چلنی کی وجہ سے فرشتہ
کہتے تھے اور ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا * یہ اس فن (سحر) سے واقف تھے مگر اس کو برا سمجھتے تھے۔ (حقانی)
سدیؒ کا قول ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تشریف آوری ہوئی تو یہود نے توریت سے مقابلہ کرکے توریت
اور قرآن کو مطابق پایا تو توریت کو بھی چھوڑ دیا * جادو سیکھ کر اور اس پر عمل و اعتقاد کرکے اور اس کو مباح
جان کر کافر ہوئے جادو وغیرہ ہو وردہ نافرمان کے درمیان امتیاز و آزمائش کے لئے نازل ہوا جو اس کو
سیکھ کر اس پر عمل کرے گا کافر ہو جائے گا بشرطیکہ اس جادو میں منافی ایمان کلمات و افعال ہوں اور
۲۲ جو اس سے بچے نہ سیکھے یا سیکھے اور اس پر عمل نہ کرے اور اس کے کفریات کا معتقد نہ ہو وہ مومن رہے گا
یہی امام ابو منصور ماتریدیؒ کا قول ہے (تفسیر صدر الافاضل برحاشیہ کنز الایمان)

خلاصہ یہود نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی تکذیب، کتاب اللہ کو پس پشت ڈالا اور غفلت کے مرتکب
ہو کر سخت نافرمانی و سرکشی کی۔ عہد حضرت سلیمان ؑ میں وہ شیطان کی اتباع کرتے تھے۔ اور ایسی
کتابیں کہ جس میں سحر اور جھوٹی باتیں لکھی تھیں پڑھتے تھے۔ یہی جہالت اور شیطان نے ان کو بہکا رکھا تھا کہ
وہ حضرت سلیمان ؑ کی نبوت کے منکر ہو گئے تھے۔ قرآن مجید نے یہود کے فاسد احکام و اعمال کی تردید فرمائی
۲۳ سحر کے ذریعہ تفریق کرنا اور ایسی ہی نقصان رساں باتیں آخرت میں رحمت سے محرومی کا سبب ہیں انہوں نے بہت برا سودا کیا

[illegible]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

اے ایمان والو! (میرے حبیب سے کلام کرتے وقت) مت کہا کرو "راعنا" بلکہ کہو "انظرنا" اور (ان کی بات پہلے ہی) غور سے سنا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے* نہیں پسند کرتے وہ لوگ جو کافر ہیں اہل کتاب سے اور نہ مشرک کہ اتاری جائے تم پر کوئی بھلائی تمہارے رب کی طرف سے اور اللہ خاص فرما لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل (فرمانے) والا ہے۔ (۲/۱۰۴ تا ۱۰۵)

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو کافروں کی بول چال اور ان کے کاموں کی مشابہت سے روک رہا ہے* جب (یہود) کو کہنا ہوتا کہ ہماری سنیئے تو کہتے تھے راعنا اور مراد اس سے رعونت اور سرکشی لیتے تھے* اپنی زبانوں کو موڑ توڑ کر دین میں طعنہ زنی کرنے کو راعنا کہتے ہیں* حضرت خیثمہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدی کو یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے معزز خطاب سے یاد فرمایا ہے* راعنا کے معنیٰ ہماری طرف کان لگانے کے ہیں ان سے یہ بھی مروی ہے کہ مطلب یہ تھا کہ آپ ہماری سنیئے اور ہم آپ کی۔ انصار نے بھی یہی لفظ حضور علیہ السلام کے سامنے کہنا شروع کر دیا تھا جس سے قرآن پاک نے انھیں روک دیا۔ حسنؒ فرماتے ہیں راعن کہتے ہیں مذاق کی بات کو یعنی تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں اور اسلام سے مذاق نہ کیا کرو* اللہ تعالیٰ نے راعنا جیسے بے ادبی کے کلمہ سے روک دیا اور اپنے نبی کی عزت کرنے کی تعلیم فرمائی۔ (بحوالہ ابن کثیر)

اور انظرنا کہو (یعنی دیکھئے ہماری طرف) اور جو تم کو حکم ہو اس کو سنو اور نافرمان کافروں کو عذاب سخت دوزخ کا ہونے والا ہے۔ جو لوگ کافر ہیں اہل کتاب سے اور مشرکین عرب وہ از راہ حسد و عداوت نہیں چاہتے کہ تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آئے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہے خاص کرے (جلالین)

مومنین کا طریقہ تھا کہ جب ان پر کوئی علمی چیز بیان ہوتی تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کرتے راعنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ہماری رعایت اور ہماری طرف توجہ فرمایئے تاکہ آپ کا چہرہ ہماری طرف رہے اور ہم آپ کا کلام اچھی طرح سمجھ سکیں۔ اس سے یہود کو موقعہ مل گیا کہ ان کے ہاں لفظ راعنا لغت عبرانیہ یا سریانیہ میں (سب و شتم) کا کلمہ تھا جب انھوں نے یہ کلمہ مومنین کے منہ سے سنا تو موقع پاکر اس کلمہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے لگے اور ان کا مقصد اس سے (سب و شتم) کا ہوتا۔ مومنین کو اس کلمہ سے روکا گیا کیونکہ اس میں یہود کی زبان سے التباس ہوتا تھا اور انھیں حکم ہوا کہ اسی کے ہم معنیٰ لفظ استعمال کریں کہ جس میں کسی قسم

کا اشتباہ نہ ہو۔ وقولوا انظرنا سے ہماری طرف توجہ فرمایئے۔ واسمعوا اور اچھی طرح متوجہ ہو کر کلام حضرت ہی سے سنا کرو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اس سوال کو بار بار دہرانے کی نوبت نہ آئے آپ منع نہیں فرماتے ہیں۔ وللکٰفرین یہودیوں کے لئے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی عَذَابٌ اَلِیْمٌ عذاب دردناک ہے۔ (بحوالہ تفسیر روح البیان)

یہودیوں کی ایک جماعت مسلمانوں سے دوستی و خیر خواہی کا اظہار کرتی تھی ان کی تکذیب میں مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ الخ کی آیت نازل ہوئی مسلمانوں کو بتایا گیا کہ کفار خیر خواہی کے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ (جمل) یعنی کفار اہل کتاب اور مشرکین دونوں مسلمانوں سے بغض رکھتے ہیں اور اس رنج میں ہیں کہ ان کے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و وحی عطا ہوئی اور مسلمانوں کو یہ نعمت عظمیٰ ملی (خازن وغیرہ) بحوالہ (تفسیر صدر الافاضل برحاشیہ کنز الایمان)

اس آیت لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا الخ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ بارگاہ الٰہی میں حضور علیہ السلام کی بے حد عزت ہے اس نے اپنے بندوں کو عرض و معروض کا طریقہ بھی سکھایا اور عرض دینے کے الفاظ بھی بتائے * تعظیم مصطفیٰ علیہ السلام تمام عبادات پر مقدم ہے * حضور علیہ السلام کی شان میں بے ادبی کا لفظ بولنا کفر ہے * بے ادبیوں کے ذریعوں کو بند کرنا ضروری ہے * مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ الخ آیت کے فوائد۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی واجب نہیں وہ نہ کسی کا اس پر ذاتی حق ہاں اس نے خود اپنے فضل سے جو حق چاہا دے دیا وہ درست ہے * اللہ کی نعمت محض اس کے فضل سے ملتی ہے * نبوت محض وہبی ہے اس میں کسب کو دخل نہیں * حق تعالیٰ نااہل پر فضل نہیں کرتا بلکہ پہلے اسے اہل بنا لیتا ہے پھر رحمت دیتا ہے (بحوالہ تفسیر نعیمی)

راعنا کی جگہ انظرنا (یعنی ہماری طرف نگاہ لطف فرمایئے) کہا کرو کیونکہ یہ لفظ ہر طرح کے احتمالات فاسدہ سے پاک ہے۔ واسمعوا کا حکم دے کر یہ تنبیہ فرما دی کہ جب میرا رسول تمہیں کچھ سنا رہا ہو تو ہمہ تن گوش ہو کر سنو تاکہ انظرنا کہنے کی نوبت ہی نہ آئے کیونکہ یہ بھی تو شان نبوت کے منافی ہے یعنی کہ ایک بات تم بار بار پوچھتے رہو * یہود کو یہ رنج تھا کہ نبوت جو ان کی وراثت تھی بنی اسماعیل کو کیوں ملی اور مشرکین کو یہ صدمہ تھا کہ نبی کا انتخاب مکہ و طائف کے رئیسوں میں سے کیوں نہیں کیا گیا عبد المطلب کے یتیم پوتے کا انتخاب ان کی نگاہ میں ہرگز موزوں نہ تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرا فضل و کرم ہے جس کو چاہوں سرفراز کروں تمہارے مشورہ کی یہاں ضرورت ہی نہیں۔ (بحوالہ تفسیر ضیاء القرآن)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقرب و محبوبیت کی مظہر اس آیت شریفہ میں عرض کو شان رسالت کے موافق لفظ کے استعمال کی تعلیم فرمائی گئی ہے۔ ایسا لفظ جو مختلف لغات میں مختلف معنی رکھتا ہے اور جس کے استعمال سے کسی بھی لغت کے اعتبار سے بے ادبی کا احتمال ہو منع کر دیا گیا۔ ارشادات نبوی کو احترام و ادب اور پوری توجہ کے ساتھ سننے کا پابند فرمایا گیا ہے۔ اہانت و بے ادبی کرنے والے کافروں کو دردناک عذاب کی وعید دی گئی ہے۔ کفار اہل کتاب اور مشرکین کو اس بات پر بغض و حسد تھا کہ نبی آخر الزمان اور رسالت عامہ کا منصب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا اور قرآن پاک نازل ہوا اور امت محمدیہ کو یہ خیر و بھلائی اتری یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل و رحمت کے لئے خاص فرما لیتا ہے۔ بے شبہ اللہ تعالیٰ بہت فضل فرمانے والا ہے۔

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ
عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ
وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ۝ اَمۡ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَكُمۡ
كَمَا سُئِلَ مُوۡسٰى مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَمَنۡ يَّتَبَدَّلِ الۡكُفۡرَ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ۝

ہم جس نشان کو موقوف کر دیتے ہیں (جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں) یا فراموش کرا دیتے ہیں تو اکوئی (اس سے بہتر یا ویسی ہی اور لے آتے ہیں کیا تمہیں علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لئے زمین اور آسمانوں کی بادشاہی ہے اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی یار و مددگار نہیں۔ کیا تم (یہ) چاہتے ہو کہ جیسے اپنے رسول (ص) سے ایسے سوال جیسے پوچھے گئے (پہلے) موسیٰ (ع) سے اس سے قبل اور جو کوئی ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے گا سو وہ بے شبہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ (۲/۱۰۶ تا ۱۰۸)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نسخ کے معنی بدل فرماتے ہیں۔ حضرت مجاہدؒ، ابو العالیہؒ اور محمد بن کعب قرظی کے پاس مٹانے، ضحاکؒ کے نزدیک بھلا دینے، سدی کے ہاں اٹھا لینے کے معنی میں ہے * علمائے اصول کی عبارتیں اس مسئلہ میں گو مختلف ہیں مگر معنی کے لحاظ سے سب قریب قریب ہیں نسخ کے معنی کسی حکم شرعی کا پہچان و دلیل کی رو سے ہٹ جانا ہے کبھی ہلکی چیز کے بدلے بھاری ہوتی ہے کبھی بھاری کے بدلے ہلکی اور کبھی کوئی بدل ہی نہیں ہوتا * مَا نَنۡسَخۡ الخ یعنی ہم جو منسوخ کریں یا بھلا دیں اس سے بہتر لاتے ہیں یا اس جیسا (بخاری و مسند احمد) اس سے بہتر ہوتا ہے یعنی بندوں کی سہولت اور آرام کے لحاظ سے یا اس جیسا ہوتا ہے * پیدائش اور حکم کا اختیار رکھنے والا اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس طرح جسے چاہتا ہے بناتا ہے جسے چاہے نیک بختی دے جسے چاہے بدبختی دے جسے چاہے تندرستی دے جسے چاہے بیماری دے جسے چاہے توفیق دے جسے چاہے بے نصیب کر دے۔ بندوں میں جو چاہے احکام جاری فرمائے جسے چاہے حلال کرے جسے چاہے حرام فرما دے جسے چاہے رخصت دے جسے چاہے روک دے وہ حاکم مطلق ہے جو چاہے احکام جاری کرے کوئی اس کے احکام کو رد نہیں کر سکتا وہ جو چاہے کرے (ابن کثیر) سے اگر کسی آیت کا منسوخ کر دینا اور بدل دینا بھی اس کی قدرت میں داخل ہے کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے وہ (جو) چاہے ان میں تصرف کرے اور تمہارا حافظ اور عذاب سے بچانے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ (جلالین)

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور کا اتفاق ہے کہ نسخ اوامر و نواہی میں ہوتا ہے نہ کہ اخبار میں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ پر کذب کا احتمال نہ ہو * جس آیت کو اللہ تعالیٰ منسوخ کرتا ہے اس میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے کہ اس کی تلاوت یا حکم دونوں منسوخ کر دے پھر اس کے عوض دوسری آیت وغیرہ نازل فرمائے یا نہ یہ اللہ کی مرضی پر موقوف ہے * آیات ناسخہ و منسوخہ دونوں شان میں برابر ہیں کیونکہ دونوں اللہ تعالیٰ کے کلام ہیں اسی کی وحی اسی کی کتاب ہیں

صرف عیب کو دیکھ کر فوائد و منافع اور ثواب تاکہ آیات بھی تو یاد ہیں اس لیے ان کو برقرار رکھا گیا اور منسوخ آیات کو اٹھا لیا گیا * عقیدہ: ہر حکم کا حقیقی ناسخ اللہ تعالیٰ ہے یا خطاب شرعی کو مجازاً ناسخ کہا جاتا ہے کیونکہ نسخ اسی سبب سے ہوا تھا ہر ہی حکم کا اسناد اسی کی طرف ہے * عقیدہ: خلاصہ یہ ہے کہ تین امور کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ (۱) اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے (۲) اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں زمین و آسمان ہیں (۳) اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی حامی و ناصر نہیں * یہودیوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ آپ پر قرآن جیسے یکبارگی کیوں نہیں اترا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت یکبارگی نازل ہوئی تب آیت ام تریدون الخ نازل ہوئی * مسئلہ: اس آیت میں آداب بشر ... بھی کہا سکتے ہیں جو اپنے آقا اور رسول اور خلیفہ کا ادب نہیں کرتا سمجھو کہ وہ کفر کو سینہ کر رہا ہے ف: ادب کا معنی یہ ہے کہ نصیحت کو جمع کر لیا جائے۔ (بحوالہ تفسیر روح البیان علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ)

اصطلاح علماء میں نسخ اگر ایسے حکم شرعی کا قائم کرنا ہے کہ جس کے بعد اس سے پہلے کا حکم شرعی جو موقت تھا اٹھ جائے اول حکم کو منسوخ دوسرے کو ناسخ کہتے ہیں * اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ کر دیا کہ کیا تم بھی اپنے رسولؐ سے ایسے ہی سوالات کیا چاہتے ہو کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام سے ان یہود کے (اسلاف) نے کر کے مخالفت ... اور بہر کچھ ہوا تھا۔ سو تم اس انداز کو کچھ کیں کر یہ کفر ہے اور جو ایمان چھوڑ کر کفر میں پڑتا ہے وہ نجات اور حیات ابدی کے سیدھے راستے سے بہک جاتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر حقانی - مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی مرحوم)

یہ بھی یہود کا طعن تھا کہ تمہاری کتاب میں بعض آیت نسخ ہوتی ہے اگر اللہ کی طرف سے تھی تو پھر کیا عیب دیکھا کہ موقوف کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیب نہ پہلی میں تھا نہ پچھلی میں پر حاکم جو وقت جو چاہے سو حکم کرے (موضح القرآن - مولانا شاہ عبد القادر)

مسئلہ: نسخ کبھی صرف تلاوت کا ہوتا ہے کبھی صرف حکم کا کبھی تلاوت و حکم دونوں کا * یہود نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس آپ ایسی کتاب لائیے جو آسمان سے یکبارگی نازل ہو ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی یعنی جو آیتیں نازل ہو چکی ہیں ان کا قبول کرنے میں جو حجت کرے اور دوسری آیتیں طلب کرے مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس سوال میں فساد ہو وہ نبی کے سامنے پیش کرنا جائز نہیں ... (فاضل بریلوی ...)

خلاصہ: اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے کائنات و موجودات سب اس کے دست قدرت میں ہیں وہ اپنی مرضی اور اختیار سے جو چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے فرماتا ہے۔ وہ بے نیاز ہے ہر شے پر اس کا حکم جاری و نافذ ہے وہ جس علامت و نشان اور آیت کو جب چاہے منسوخ کر دے۔ یعنی پہلے سے موجود کو موقوف کر دے اور اس کی جگہ کوئی دوسری چیز، نشان و آیت لے آئے جو پہلے سے بہتر اور فائدہ بخش ہوتی ہے یہ اس کی رحمت ہے اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت زمین و آسمانوں میں ہے وہی اپنے بندوں کا حامی و مددگار ہے اس کے سوا کوئی ناصر نہیں۔ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کے زمانہ میں ایسے سوالات کیا کرتے تھے جن کے سبب ان پر غضب الٰہی ہوتا تھا اسی طرح کے سوالات سے یہاں روکا گیا ہے کیونکہ ... اور کفر ہے اور جو ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا ج
حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ج فَاعْفُوا
وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ط إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝
وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ط وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ
عِندَ اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ بہت سے اہل کتاب دل سے چاہتے
ہیں کہ تمہیں ایمان (لے آنے) کے بعد پھر سے کافر بنالیں حسد کی وجہ سے جو ان کے نفسوں میں ہے
(یعنی محض) اس کے بعد جبکہ ان پر حق واضح ہو چکا لہٰذا انہیں معاف کرتے رہو اور درگزر کرتے رہو
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور نماز قائم
رکھو (پابندی سے ادا کرتے رہو) اور زکوٰۃ دیا کرو اور جو کچھ اپنے لئے نیکیاں آگے بھیجو گے ضرور پاؤ گے
اس کا اجر و ثمر اللہ تعالیٰ کے پاس یقیناً تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا ہے (۲/۱۰۹، ۱۱۰)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حیی بن اخطب اور ابو یاسر بن اخطب یہ دونوں یہودی سب سے زیادہ مسلمانوں کے حاسد تھے لوگوں کو اسلام سے روکتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کعب بن اشرف کا بھی یہی شغل تھا امام زہری کہتے ہیں کہ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے *

اگرچہ ان کی کتاب (توراۃ) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق موجود تھی اور یہ حضور کی صفتیں اچھی طرح جانتے تھے اور آپ کو اچھی طرح پہچانتے تھے پھر یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ قرآن ان کی کتاب کی تصدیق کر رہا ہے * لیکن صرف حسد کی بنا پر کہ عرب میں آپ کیوں مبعوث ہوئے کفر و انکار پر آمادہ ہو گئے بلکہ اور لوگوں کو بھی بہکانا شروع کر دیا تو اس وقت کچھ مصالح کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ تم درگزر کرتے رہو جب اللہ کا حکم آ اور اس کے فیصلے کا انتظار کرو * حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مشرکین اور اہل کتاب سے درگزر کرتے تھے اور ان کی ایذا اور تکلیف سہتے تھے یہاں تک کہ دوسری آیتیں اتریں اور پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ اب ان سے بدلہ لینے اور اپنا بچاؤ کرنے کا حکم ملا۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

بہت سے اہل کتاب اپنی خباثت اور شرارت سے از راہ حسد یہ چاہتے ہیں کہ تم کو ایمان سے نکال کر کافر بنا دیں بعد اس کے کہ ان کو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت توراۃ ہی سے ظاہر ہو چکی ہے سو تم ان سے منہ پھیرو اور ان کو چھوڑ دو معاف کرو اس کا بدلہ نہ لو حتیٰ کہ اللہ پاک ان سے لڑنے کا حکم نہ فرما دے بعد حکم آنے کے ان سے لڑو اور بدلہ لو بے شک اللہ کو سب قدرت ہے اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو عمدہ چیز نماز اور صدقہ تم اپنے نفع کے واسطے آگے بھیجو گے اس کا ثواب تم کو اللہ کے پاس ملے گا۔ (جلالین)

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ یہ علماء یہود کا ایک گروہ تھا * مروی ہے کہ فنحاص بن عازو

اور ذہن میں تشویش ہو۔ چنانچہ یہود کے چند افراد نے حضرت حذیفہ بن یمان اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے جنگِ احد کے بعد کہا تھا: "کیا تم نہیں سوچتے کہ تمہیں اس موقع پر کتنی تکلیف پہنچی ہے * لہٰذا تمہیں چاہیے کہ ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ *
حضرت عمارؓ نے جواب دیا: تمہارے نزدیک عہد شکنی کتنا بڑا گناہ ہے؟ انہوں نے کہا: گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت عمارؓ نے فرمایا اب تم جواب سنو کہ میں عہد کر چکا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر نہیں کروں گا۔ یہود نے پھر حضرت حذیفہؓ سے پوچھا: اے حذیفہ تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے فرمایا: "میں اللہ کے رب ہونے، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے، کعبہ کے قبلہ اور مومنین کے بھائی ہونے پر راضی ہوں۔" یہود نے کہا: "اس رب کی قسم جو موسیٰ علیہ السلام کا معبود ہے تم دونوں کے دلوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔" جب دونوں نے یہ ماجرا سنایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "تم نے بہت اچھا جواب دیا اور بڑی کامیابی حاصل کی" *

صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ "جب یہود نے کفر کیا اور مسلمانوں کو کفر کی طرف بلا رہے ہیں ان سے لڑیں" تب یہ آیت اتری اور حکم دیا گیا کہ ابھی ترک کرو اور ان کے مقابلے میں درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لینے پر قادر ہے جب وقت آئے گا تو ان سے ضرور انتقام لے گا۔ (آیت ۱۱۰) یعنی صبر و استقامت اور عبادت و نیکی کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہوا۔ مراد یہ ہے کہ تم لوگ اللہ کی اطاعت میں فرائض و واجبات و تطوعات میں سرگرم رہو * اگرچہ خیر تمام عبادات کو شامل ہے لیکن نماز اور زکوٰۃ کو خصوصی طور پر بیان فرمایا * اپنی بہتری کے لئے آگے آخرت کی طرف بھیجو * اللہ تعالیٰ ہر شے کو جانتا ہے خواہ تمہارے اعمال قلیل ہوں یا کثیر۔ (بحوالہ تفسیر روح البیان علامہ اسمٰعیل حقیؒ)

فوائد: کفار مسلمانوں سے کبھی راضی نہیں ہو سکتے * حسد بہت برا عیب ہے * نماز زکوٰۃ سے افضل ہے * انسان صرف نماز روزہ ہی پر قناعت نہ کرے بلکہ جس بھلائی کا موقع مل جائے اسے کر گزرے معمولی نیکی اس ایک گھونٹ پانی کی طرح ہے جو کبھی پیاسے کی جان بچا لیتا ہے اور معمولی گناہ اس چنگاری کی طرح ہے جو کبھی گھر جلا دیتی ہے * اس عالم کے سوا ایک اور عالم ہے جسے عالم المثال کہتے ہیں یہاں تو اعمال اور اعراض کی کوئی شکل نہیں لیکن وہاں ہر چیز کی شکل اور اس کا وزن ہے * رب تعالیٰ کی نظر ہر چھوٹی بڑی مخلوق پر اور ان کے ہر اعلیٰ و ادنیٰ اعمال پر ہے (بحوالہ تفسیر نعیمی)

خلاصہ: اہل کتاب اور مشرکین کو اہل ایمان سے دلی بغض و حسد تھا بالخصوص یہود کا ایک خاص گروہ اس بات کا دلی آرزومند تھا کہ کسی طرح مومنین کو ان کے جادۂ حق سے ہٹا کر پھر سے کافر بنا دیں چنانچہ وہ اس ضمن میں طرح طرح سے کوششیں اور سازشیں کیا کرتے تھے حالانکہ حقیقت ان پر واضح ہو چکی تھی کہ ایمان، قرآن، اسلام سب حق ہے یعنی اس بات پر تو حسد تھا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور قوم عرب میں ہوا۔ یہود کی ان معاندانہ کوششوں کے جواب میں جب مسلمان ان سے نبرد آزما ہونا چاہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عفو و درگزر سے کام لینے اور اس سلسلے میں دوسرے حکم کے آنے تک ان کا انتظار کرنے کا پابند فرما دیا۔ نماز، زکوٰۃ اور نیک اعمال کا حکم دیا گیا جو آخرت میں ان کے لئے ذخیرہ ثواب ہے۔ ہر ایک نیکی و عمل پر اللہ تعالیٰ کی نظر ہے

توحید و رسالت

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصٰرٰى ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ بَلٰى ۚ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ ۗ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُونَ ○

اور یہود نے کہا جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا مگر یا وہی جو یہودی اور نصرانی ہو۔ یہ ان کی من گھڑت باتیں ہیں آپ فرمائیے اپنی کوئی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ ہاں جو کوئی اپنے کو اللہ کے آگے جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو اس کے لئے اس کے پروردگار کے پاس اجر ہے اور ایسوں کے لئے نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور یہودی کہتے ہیں عیسائی کسی بنیاد پر نہیں (سیدھی راہ پر نہیں) اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کسی بنیاد پر نہیں حالانکہ وہ سب (آسمانی) کتاب پڑھتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ بھی کہنے لگے انہیں کا سا قول جو کچھ نہیں جانتے۔ تو اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا قیامت کے دن جن باتوں میں وہ جھگڑتے رہتے تھے۔ (۲/ ۱۱۱ تا ۱۱۳)

یہاں یہود اور نصرانیوں کا غرور بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنے سوا کسی کو کچھ بھی نہیں سمجھتے اور کہتے کہ ہمارے سوا جنت میں کوئی نہیں جائے گا* (حق تعالیٰ نے) ان کے دعوے کی تردید کی اور فرمایا کہ لاؤ دلیل پیش کرو۔ انہیں عاجز ثابت کر کے پھر فرمایا کہ ہاں جو کوئی بھی اللہ کا فرمانبردار ہو جائے اور خلوص و توحید کے ساتھ نیک عمل کرے اسے پورا اجر و ثواب ملے گا* فرمایا۔ انہیں ان کا رب خوف سے بچائے گا آخرت میں انہیں ڈر نہیں اور دنیا کے چھوٹنے کا ملال نہیں۔ پھر یہود اور نصاریٰ کی آپس کی عداوت و بغض کا ذکر فرمایا* دونوں نے ایک دوسرے کو گمراہ ٹھہرایا حالانکہ دونوں اہل کتاب ہیں تورات یا انجیل کی اور انجیل میں تورات کی تصدیق موجود ہے پھر ان کا قول کس قدر لغو ہے۔ پھر فرمایا کہ نہ جاننے والوں نے بھی ایسی طرح کہا* ان کے اختلاف کا فیصلہ قیامت کے دن اللہ فرمائے گا۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

جب مدینہ کے یہودیوں اور نجران کے نصرانیوں میں بحث و گفتگو ہوئی۔ یہود نے کہا جنت میں یہود کے سوا کوئی نہ جائے گا اور نصرانیوں نے کہا سوائے ہمارے کوئی داخل جنت نہ ہوگا یہ بات صرف ان کے جھوٹے خیالات اور تمنائیں ہیں اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان سے کہئے اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو کوئی اس کی دلیل پیش کرو۔ بلکہ جنت میں ان کے سوا اور لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہو جائے اور اپنے چہرے کو جھکا دے اللہ کے لئے اور وہ اللہ کو دیکھ رہا ہو تو اس کے لئے اللہ کے پاس ثواب اور اس کے عمل کا بدلہ ہے اور آخرت میں ان کو کچھ ڈر اور غم نہیں۔ (جلالین)

یہود و نصاریٰ کے ایک دوسرے پر گمراہی کا فتویٰ دینے کا بیان ہے* ہر ایک اپنے ما سوا تمام کو گمراہی کا فتویٰ
دے رہا تھا* نصاریٰ ایسے امر پر نہیں کہ جو صحیح اور قابل اعتماد ہو* (اسی طرح نصاریٰ نے بھی کہا) ہر ایک نے
کہا جو کہا حالانکہ ہر ایک کتاب پڑھتا ہے الکتٰب میں الف لام جنس کا ہے یعنی بے شک وہ اہل علم و اہل
کتاب و اہل تلاوت ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے ایک کتاب کی تلاوت کرتا ہے اس کا حق یہ ہے کہ وہ
باقی کتابوں کی تکذیب نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک کتاب میں دوسری کتاب کی تصدیق موجود ہے* ان
فرقوں کے مابین اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر روح البیان)

یہود کو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل ہونے کا تفاخر تھا اور سمجھتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسل کو نجات
مغفرت کا وعدہ ہو چکا ہے آتش جہنم ان پر حرام ہے خواہ وہ کچھ ہی کریں۔ عیسائی کہتے تھے کہ ہمارے اگلے
پچھلے سب گناہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اوپر لے لئے اور ہماری طرف سے وہ کفارہ ہو گئے اب ہم پر آتش
جہنم حرام ہے اور جنت ہمارا استحقاق ہے۔ مسلمانوں کو وہ ایسی باتیں اس لئے کرتے تھے کہ وہ اسلام کو باعث
نجات اور نسل بخشش نہ سمجھ کر اسلام میں داخل ہونے سے احتراز کریں۔ اس کی اللہ تعالیٰ تردید فرماتا ہے*
اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ کے جھوٹے دعوے کو رد کر دیا اور اس کے بعد معیار نجات مقرر دیا* نجات اللہ تعالیٰ
کی فرمانبرداری اور نیکوکاری پر منحصر ہے اور اسی کو اسلام کہتے ہیں۔ جیسے لغت میں جھکنے اور مطیع ہونے کو کہتے ہیں
اور چہرہ بزیادہ اطاعت اور فرمانبرداری مطلوب ہوتا ہے تو منہ جھکانا یا سر جھکانا ہوتے ہیں۔ (تفسیر حقانی)

یہود کے جھگڑے سے تم اپنے نبی پاس تشبیہ نہ لاؤ جیسے وہ اپنے نبی پاس لاتے تھے تشبیہ لگانے کو گویا
نتیجہ جھوٹ کر نکالنا پڑتا ہے۔ (موضح القرآن تفسیر از شاہ عبدالقادر رح)

مسئلہ: معلوم ہوا کہ نفی کے مدعی کو بھی دلیل لانا ضروری ہے بغیر اس کے دعویٰ باطل و نامسموع ہوتا ہے* دخول جنت
مرتب ہے عقیدہ صحیح و عمل صالح پر* علمائے اہل کتاب کی طرح ان جاہلوں نے جو نہ علم رکھتے تھے نہ کتاب جیسے کہ
مشرک بت پرست آتش پرست وغیرہ انہوں نے ہر ایک دین والے کی تکذیب شروع کی اور کہا کہ وہ کچھ نہیں (بحوالہ کنز الایمان)

فوائد: اسلام کے بغیر اور احکام پر قرآنی دلائل قائم ہیں اگر ہمیں کسی دلیل کی خبر نہ ہو تو قصور ہمارا ہے* عقائد
میں دلیل ضروری ہے* ہر مدعی کو دلیل دینا ضروری ہے خواہ وہ نفی کا دعویٰ کرے یا ثبوت کا* اعمال پر ایمان
مقدم ہے* تمام اعضاء میں چہرہ اشرف و افضل ہے* کفار سے صحیح نیت سے مناظرہ کرنا بالکل درست ہے۔ (بحوالہ [illegible])

خلاصہ: یہود و نصاریٰ محض دینی گفت باتوں اور نفسانی خواہشات کی بنا پر اپنے آپ کو جنتی
کہتے تھے اپنے اس جھوٹے خیال اور دعویٰ کی وہ کوئی دلیل نہ دے سکے اور نہ قیامت تک دے سکتے ہیں۔
یہاں پر جنت میں داخل ہونے والوں کی پہچان کروائی گئی کہ مستحق جنت تو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار مطیع اور
مخلص ہیں ان کے اعمال صالحہ کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے وہ دنیا و آخرت میں ہر خوف و غم سے بری ہوں گے
تورات و انجیل کی تعلیمات کے باوجود یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کی تردید و تکذیب کرتے ہیں حالانکہ ان آسمانی کتابوں نے ایک دوسرے
کی تصدیق کی ہے۔ ان کا دیکھا دیکھی جاہلوں نے بھی ویسا ہی کہنا شروع کر دیا۔ ان تمام اختلافات کا
فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت میں فرمائے گا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ
اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْيٌ
وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ
فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ
وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝

اور اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں کو اس سے روک دے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔ وہ لوگ اس لائق ہی نہیں کہ ان (مسجدوں) میں داخل ہوں بجز اس کے کہ ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں (بھی بڑی) رسوائی ہے اور آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے * اور اللہ ہی کا ہے مشرق (بھی) اور مغرب (بھی) سو تم جدھر بھی رخ کرو ادھر ہی اللہ کی ذات ہے بے شک اللہ بڑا وسعت والا ہے بڑا علم والا ہے * اور یہ کہتے ہیں کہ بنا لیا ہے اللہ نے (اپنا) ایک بیٹا پاک ہے وہ (اس تہمت سے) بلکہ اسی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔ (۲/۱۱۴ تا ۱۱۶)

آیت شریفہ وَمَنْ اَظْلَمُ الخ سے متعلق دو تفسیری اقوال ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں دوسرا یہ کہ اس سے مراد مشرکین ہیں۔ نصاریٰ بھی بیت المقدس کی مسجد (کی بے حرمتی) کرتے تھے اور لوگوں کو اس میں نماز ادا کرنے سے روکتے تھے۔ بخت نصر نے جب بیت المقدس کی بربادی کے لئے چڑھائی کی تھی تو ان نصرانیوں نے اس کا ساتھ دیا اور مدد کی تھی * اور مشرکین نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ والے سال کعبۃ اللہ سے روکا تھا یہاں تک کہ ذی طویٰ میں آپ کو قربانیاں کر دینی پڑیں اور مشرکین سے صلح کر کے آپ وہیں سے واپس آ گئے حالانکہ یہ امن کی جگہ تھی * اس کے اجاڑنے کی کوشش ان کی یہی تھی کہ ذکر اللہ، حج و عمرہ کرنے والی مسلم جماعت کو انہوں نے روک دیا۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہی قول ہے (تفسیر ابن کثیر)

ان کے لئے لائق نہیں کہ اس میں داخل ہوں خشیت و خضوع کے بغیر چہ جائیکہ اسے خراب کرنے پر جراءت کریں۔ (اسی لئے) دنیا میں بڑی رسوائی ہے کہ جس کا حساب نہیں جیسے قتل کیا جانا، قید ہونا (اہل حرب کے حق میں) یا جزیہ مقرر کرنا (اہل ذمہ کے حق میں) ان کے بلاد کو فتح کرنا جیسے قسطنطنیہ و روم و عموریہ فتح ہوئے۔ آخرت میں ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا کیونکہ اس کا سبب بھی ظلم عظیم ہے *

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ الخ اس سے زمین کی دو طرفیں مراد ہیں کیونکہ اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ صرف مشرق و مغرب مراد لئے جائیں جبکہ تمام زمین اسی کی ملک ہے تو کوئی خاص زمین ملک و تصرف کے لئے مقرر نہیں اور نہ ہی عبادت کے لئے کوئی خاص محل معین ہے کہ فلاں مکان میں نماز جائز ہے اور فلاں میں نہیں۔ پھر اے کافرو! مسجد حرام یا مسجد اقصیٰ سے روکو گے تو ہم کسی دوسرے مقام پہ نماز ادا کر لیں گے کیونکہ

ہمارے لئے پوری زمین مسجد بنا دی گئی ہے * جس طرف منہ پھیرو گے وہی تمہارا قبلہ ہے * یہ آیت اس سے پہلی والی آیت سے مرتبط ہے۔ اب یہ معنی ہوا کہ اے مومنو! اللہ تعالیٰ کے شہر وسیع ہیں اللہ تعالیٰ کی مساجد کو خراب کرنے والوں کی تخریب تمہیں عبادت سے نہیں روک سکتی۔ کیوں کہ جس طرف بھی منہ کر کے نماز ادا کرو گے اللہ کی ذات موجود ہوگی۔ لہٰذا تمہاری عبادت ہر طرف منہ کرنے سے منظور ہوگی * اللہ تعالیٰ مالک اور خالق ہونے کے لحاظ سے تمام اشیاء کو محیط ہے یہ جملہ وللہ المشرق والمغرب کا تتمہ ہوگا۔ اسی طرح وسعت سے مراد وسعت رحمت بھی ہو سکتی ہے * قبلہ کی جہت بھی آسانی میں شامل ہے۔ (بحوالہ تفسیر روح البیان)

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ الخ یہاں سے عیسائیوں کی خرافات فاسدہ کا رد شروع ہوتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

یہود نے حضرت عزیرؑ کو اور نصاریٰ نے حضرت مسیحؑ کو اللہ کا بیٹا کہا مشرکین عرب نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتایا ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ سُبْحٰنَہٗ وہ پاک ہے اس سے کہ اس کے اولاد ہو اس کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اس کو عیب لگانا اور بے ادبی ہے حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم نے مجھے گالی دی میرے لئے اولاد بتائی میں اولاد اور بیوی سے پاک ہوں * اور مملوک ہونا اولاد ہونے کے منافی ہے جب تمام جہاں اس کا مملوک ہے تو کوئی اولاد کیسے ہو سکتا ہے۔ مسئلہ: اگر کوئی اپنی اولاد کا مالک ہو جائے وہ اسی وقت آزاد ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر صدر الافاضل بر حاشیہ کنز الایمان)

فوائد: جو شخص کسی مسجد کو کسی طرح ویران کرے وہ بڑا ظالم ہے اور جو اسے آباد کرے وہ بڑا ہی ثواب کا مستحق ہے * مسجد میں ہر طرح کا ذکر الٰہی جائز ہے * جس چیز سے مسجد کی جماعت گھٹے وہ منع ہے کیوں کہ یہ ویرانی کی کوشش ہے * کوشش کی جائے کہ مسجد کی عمارت ہمارے اپنے مکانوں سے بلند و بالا اور اعلیٰ ہو * پہلی امتوں کی نمازیں عبادت خانوں کے سوا کہیں نہ ہو سکتی تھیں اسلام میں مسلمانوں کے لئے ساری زمین مسجد ہے * اگر کسی کو سمت قبلہ نہ معلوم ہو سکے تو جدھر دل گواہی دے ادھر ہی نماز پڑھ لے * دعا کے واسطے کوئی سمت لازم نہیں * نیکی سے روکنا سخت گناہ ہے * اگر مسلمان اپنے اوقاف کا جھگڑا کر کے جہاد کریں تو ہر جگہ فتح و نصرت ان کے ساتھ ہو۔ (تفسیر نعیمی)

خلاصہ: بلا شبہ وہی ظالم ہیں جو اللہ کے ذکر کا، عبادت گزار بندوں کو اللہ کی مسجدوں سے روکتے ہیں۔ نصاریٰ کا یہود کے خلاف انتقامی رویہ کہ انہوں نے فلسطین پر حملہ کر کے بیت المقدس کو ویران کر دیا اور عمارت کو اجاڑ و برباد کر دیا ایسے لوگ کس طرح حق پسند ہو سکتے ہیں بلکہ یہی ظالم ہیں اسی طرح مشرکین مکہ کا عرصہ دراز تک مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکے رکھنا سراسر ظلم تھا۔ اور ایسا کرنے والا کا ہدایت پر ہونے کا دعویٰ نازیبا ہے۔ ظالموں کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں عذاب شدید ہے۔

مشرق و مغرب۔ یعنی کل کائنات اور تمام چیزوں کا مالک اللہ ہے۔ مسلمانوں کے لئے ساری زمین مسجد بنا دی گئی وہ وقت نماز جہاں ہوں نماز ادا کر سکتے ہیں جدھر رخ کیا جائے ادھر ذات الٰہی ہے * یہودیوں اور نصرانیوں نے حضرت عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں یہاں قرآن مجید نے اس کی تردید فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحان ہے یعنی اس سے اولاد ہو یا اس کی طرف اولاد کی نسبت ہو پاک ہے۔ اس کی ذات سبحان

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝

موجد ہے آسمانوں اور زمین کا اور جب ارادہ فرماتا ہے کسی کام کا تو صرف اسے حکم دیتا ہے اسے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے * اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے کہ کیوں نہیں کلام کرتا ہمارے ساتھ (خود) اللہ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی۔ اسی طرح وہ لوگ کہہ چکے ہیں جو ان سے پہلے (گزرے) تھے ان کی سی (بے سروپا) بات۔ ملتے جلتے ہیں ان سب کے دل بے شک ہم نے صاف صاف بیان کر دی ہیں (اپنی) نشانیاں اس قوم کے لئے جو یقین رکھتے ہیں * بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو (اے حبیب) حق کے ساتھ (رحمت کی) خوشخبری دینے والا (عذاب سے) ڈرانے والا اور آپ سے باز پرس نہیں ہوگی ان دوزخیوں کے متعلق۔ (۲/ ۱۱۷ تا ۱۱۹)

وہ (اللہ تعالیٰ) آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونہ کے پہلی بار کی پیدائش پر پیدا کرنے والا ہے * سب کا پیدا کرنے والا بنانے والا موجود کرنے والا بغیر اصل و مثال کے انہیں وجود میں لانے والا اکیلا وہی رب العلمین ہے * اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ کسی چیز کا ہوا اور اس نے کہا ہو جا وہیں وہ ہو گیا۔ (بحوالہ ابن کثیر)

اس (اللہ تعالیٰ) نے آسمانوں اور زمینوں کو بدون مثال کے بنایا اور جب وہ کسی شے کو بنانا چاہتا ہے بس یہی فرما دیتا ہے کہ "ہو جا" سو وہ ہو جاتا ہے۔ (جلالین)

بَدِیْعٌ بمعنی مُبْدِعٌ ۔ مُبْدِعٌ اسے کہتے ہیں جو کسی شے کو اس طرز پر پیدا کرے جس کی پہلے کوئی مثال نہ ملے * آیت کا یہ معنی ہے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے * قَضَآءٌ بمعنی احکام یعنی کسی شے کو کسی شے کے سہارے کے بغیر مضبوط کرنا * بے شک اللہ جس شے کو فرماتا ہے "ہو جا" تو وہ ہو جاتا ہے جس پر کسی قسم کا توقف نہیں ہوتا اور نہ ہی انکار ہوتا ہے * عقیدہ: اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اشیاء کے وجود کا تعلق کُنْ سے متعلق نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق و ایجاد اور تکوین سے متعلق ہے۔ یہ ازلی صفت ہے کُن کا یہ مطلب ہے کہ صرف اتنا کہنے سے اللہ تعالیٰ اشیاء کو پیدا کرتا ہے جس پر کسی قسم کی تاخیر نہیں یہ اس کی کمال قدرت کی علامت ہے * وَقَالَ الَّذِیْنَ الخ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ بات چیت نہیں فرماتا تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ ملائکہ کے ساتھ بلا واسطہ کلام فرماتا ہے یا ہم پر اور فرشتہ کیوں نہیں بھیجتا تاکہ اس فرشتہ کے واسطہ سے ہمارے ساتھ کلام فرمائے کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اسی طریقہ سے کلام فرمایا۔ یہ قول جہلاء مشرکین کا تھا *

"گزشتہ امتوں کے کفار بھی ان کی طرح کا انجام جس طرح ہو چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک تشبیہ دوسری تشبیہ سے بے پرواہ نہیں کرتی * یعنی ہم نے حجت بیان کر دی کہ ان کو یہ یقین ہے کہ واقعی ان کا کوئی معبود ہے * یقینی علم سے ایسے رد ہو کر ہوتا ہے اور ایسا لازم ہوتا ہے کہ اس کے شک کا احتمال نہیں ہوتا۔ (بحوالہ تفسیر روح البیان)

(ف) ان (اعتراض کرنے والوں) کے شبہات کا لا شئے بنا کر ارشاد ہوتا ہے اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ الخ کہ خود ہم نے نہ (کہ) کسی اور نے (یعنی کسی اور نے نہیں خود ہم نے) آپ کو دینِ حق دے کر بھیجا ہے تاکہ ماننے والوں کو بشارت دیں اور منکروں کو آنے والی مصیبت سے خوف دلائیں۔ رہ اے نبی! اگر کسی بدبخت بدنصیب نے آپ کی بات کو نہ مانا تو آپکے فرضِ منصبی میں کوئی قصور نہیں۔ آپ سے ان جہنمیوں کی بابت کوئی سوال نہ ہوگا۔ (بحوالہ تفسیر حقانی)

آگے امت جو یہود تھے وہ بھی اپنے نبی سے یہی کہتے تھے جواب کے اکثر کہتے تھے * آپ پر کوئی الزام نہیں کہ ان کو مسلمان کیوں نہ کیا۔ (بحوالہ تفسیر حضرت شاہ عبد القادرؒ "موضح القرآن")

جس نے بغیر کسی مثال سابق کے اشیاء کو عدم سے وجود عطا فرمایا * کائنات اس کے ارادہ فرماتے ہی وجود میں آجاتی ہے * نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین خاطر فرمائی گئی کہ آپ ان کی سرکشی اور معاندانہ انکار سے رنجیدہ نہ ہوں پچھلے کفار بھی انبیاء کے ساتھ ایسا ہی کرتے تھے * آیاتِ قرآن معجزات و باہرات الفاظ والے کو سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یقین دلانے کے لئے کافی ہیں مگر جو طالب تحقیق نہ ہو وہ دلائل سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا * (اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا) کہ وہ کیوں ایمان نہ لائے اس لئے کہ آپ نے اپنا فرضِ تبلیغ پورے طور پر ادا فرما دیا۔ (بحوالہ تفسیر صدر الافاضل بر حاشیہ کنز الایمان)

کفار سے جو بات ارشاد فرمایا گیا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین دلائی جاتی ہے کہ آپ ان کے اوندھے سوالات سے ناخوش نہ ہوں خود ہم نے نہ کہ کسی اور نے آپ کو دینِ حق یا قرآن کریم یا معجزات دے کر بھیجا ہے تاکہ آپ ماننے والوں کو بشارت دیں اور منکروں کو آنے والی مصیبت سے ڈرائیں * اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی بدنصیب آپ کی بات نہ مانے تو آپ سے کوئی پرسش نہ ہوگی کیونکہ آپ نے تبلیغ میں کوئی کوتاہی نہیں فرمائی بلکہ جو آپ کی بات نہ مانے وہ جہنمی ہے۔ (بحوالہ تفسیر شیخ التفسیر مفتی احمد یار خانؒ "اشرف التفاسیر")

خلاصہ: اللہ تعالیٰ نے جب آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو بغیر نمونہ و مثال کے محض "ہوجا" فرمایا تو سب "ہو گیا" "جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے تو جو چاہتا ہے جیسا چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے اسکو نہ مادہ کی ضرورت ہوتی ہے نہ نمونہ کی نہ آلات کی اور نہ توقف ہوتا ہے نہ انتظار تخلیق بلا مادہ و نمونہ حقیقی ایجاد ہے * مشرکین عرب اپنی جہالت اور دشمنی کے باعث اعتراض کیا کرتے تھے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بالمشافہ کلام فرمائے یا ہمارے پاس فرشتہ کو بھیج دے اور ہم سے بالواسطہ فرمائے کہ آپ اسکے رسول ہیں ایسے اعتراض اور باتیں امم سابقہ بھی اپنے نبیوں سے کہتے تھے اہل یقین کے پاس اللہ تعالیٰ کی نشانیاں قرآن حکیم اور معجزات نبوی ہیں * اے حبیب! ہم نے (حق کے ساتھ) آپ کو ایمان و عمل صالح کے اجر و برکت کی بشارت دینے اور کفر و سرکشی کے وبال سے متنبہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے آپ نے اپنا فرض پورا کر دیا جو نہ مانے

[illegible]

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى
اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ
مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ
حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

اور ہرگز تم سے یہود و نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو۔ تم فرما دو اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے تیرا کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ مددگار۔ * جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے منکر ہوں تو وہی زیاں کار ہیں۔ (۲/ ۱۲۰ اور ۱۲۱)

آیت بالا کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے تم بھی انہیں چھوڑو اور رب کی رضا کے پیچھے لگ جاؤ۔ انہیں دعوت رسالت پہنچا دو۔ دین حق وہی ہے جو اللہ نے تمہیں دیا ہے تم اس پر جم جاؤ * پھر فرمایا کہ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ حق تلاوت ادا کرتے ہوئے پڑھتے ہیں * روایت میں ہے کہ اس سے مراد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں حق تلاوت یہ ہے کہ جنت کے ذکر کے وقت سوال جنت ہو اور جہنم کے ذکر کے وقت اس سے پناہ مانگی جائے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں حلال و حرام کو جاننا کلمات کو ان کی جگہ رکھنا ہیر پھیر نہ کرنا وغیرہ یہی تلاوت کا حق ادا کرنا ہے۔ حضرت عمرؓ کی تفسیر کے مطابق یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی رحمت کے ذکر والی آیت پڑھتے تو ٹھہر جاتے اور اللہ سے رحمت طلب کرتے اور جب کبھی کسی عذاب کی آیت تلاوت فرماتے تو رک کر اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب فرماتے * صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں جو بھی مجھے سنے خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی ہو پھر مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنم میں جائے گا۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

یہود و نصاریٰ تم سے کبھی خوش نہ ہوں گے جب تک تم ان کے مذہب کی پیروی نہ کرو۔ کہہ دو کہ اسلام لانا ہی سیدھی راہ ہے اور اس کے سوا سب گمراہی ہے (تفسیر جلالین)

جو اپنے آپ کو اہل کتاب کہتے ہیں اور تفاخر کرتے ہیں یعنی موجودہ یہود و نصاریٰ، وہ کیا اہل کتاب ہیں ان کا نہ اپنی کتاب پر ایمان ہے نہ اس کو پڑھتے ہیں پس پشت ڈال رکھا ہے اگر اپنی کتاب کو پڑھتے ہوتے اور اس پر ایمان رکھتے تو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اور ان کی ہدایت قبول کرتے * گویا یہ اہل کتاب نہیں اگر ہوتے تو اس کو حق تلاوت سے اس طرح پڑھتے معانی میں غور کرتے اس پر عمل کرتے۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی)

(۱۲۰) [illegible] — کہہ دو اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے —

اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو یہودیوں کے اسلام کے داخلہ میں طمع کرنے سے روکا ہے کیونکہ ان کو خوش حضور علیہ السلام کو ان کی ملت سے راضی ہونے پر معلق کیا ہے کہ ہم اس شرط پر اسلام لائیں گے اور یہ ایسی شرط ہے کہ بالکل ناممکن بلکہ اس کا وجود ہی ممتنع ہے نتیجہ یہ نکلا کہ جب وہ آپ سے راضی نہیں تو پھر آپ کی ملت کی اتباع کیسے کر سکتے ہیں ✱ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرمائیے بے شک صرف اسلام ہی سیدھے راستے کی طرف لیجانے والا ہے نہ وہ جس کی طرف تم بلا رہے ہو اس لئے کہ وہ ملت زائغہ (ٹیڑھی) اور نری خواہش نفسانی ہے جیسے کہ یہ قول اشارہ کرتا ہے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ یعنی ان کی ملت زائغہ جو ان کی خواہشات نفسانیہ سے صادر ہونے والی ہے (کوادم البیان) (حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ) اور یہ ناممکن ہے کیونکہ وہ باطل پر ہیں۔ (إِنَّ هُدَى اللَّهِ) وہی قابل اتباع ہے اور اس کے سوا ہر ایک راہ باطل و ضلالت (سے تیرا کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ مددگار) یہ خطاب امت محمدیہ کو ہے کہ جب تم نے جان لیا کہ سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس حق و ہدایت لائے تو تم ہرگز کفار کی خواہشوں کا اتباع نہ کرنا اگر ایسا کیا تو تمہیں کوئی عذاب الٰہی سے بچانے والا نہیں (خازن) ✱ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہ آیت اہل سفینہ کے باب میں نازل ہوئی جو حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حاضر بارگاہ رسالت ہوئے تھے ان کی تعداد چالیس تھی ۳۲ اہل حبشہ اور ۸ شامی راہب ان میں بحیرا راہب بھی تھے معنی یہ ہیں کہ درحقیقت توریت پر ایمان لانے والے وہی ہیں جو اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں بغیر تحریف و تبدیل پڑھتے ہیں اور اس کے معنی سمجھتے ہیں اور مانتے ہیں اور اس میں حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت دیکھ کر حضور پر ایمان لاتے ہیں اور جو حضور کے منکر ہوتے ہیں وہ توریت پر ایمان نہیں رکھتے۔ (تفسیر صدر الافاضل برحاشیہ کنزالایمان)

ف: کافر مسلمانوں سے کبھی راضی نہیں ہو سکتے ✱ مسلمانوں کے لئے باذن اللہ تعالیٰ رب کی طرف سے والی بھی ہیں اور مددگار بھی کیونکہ بیان تبادیا گیا کہ کافروں کے لئے کوئی والی و مددگار نہیں ✱ قرآن کریم کا صحیح پڑھنا بھی بالعث ثواب ہے ✱ قرآن پاک کا صحیح طور پر باادب خشوع و خضوع سے پڑھنا ایمان کی علامت ہے۔ (کواد تفسیر نعیمی)

یہ جو معجزات اور آیات دکھانے کی طرح طرح کی فرمائشیں کر رہے ہیں اس سے ان کا مقصد قبول ایمان نہیں ہے تو صرف حجت بازیاں ہیں وہ تو صرف اس کو دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ اپنا دین چھوڑ کر ان کے باطل کو قبول کر لیں جو ناممکن ہے (ضیاء القرآن)

[illegible]

خلاصہ: یہود و نصاریٰ کا راضی ہونا ان کے دین کی پیروی پر منحصر ہے۔ اور ان کے دین کی پیروی ممکن نہیں لہٰذا وہ کبھی آپ سے راضی نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اسلام ہی حق ہے باقی سب گمراہی ہے گویا یہود و نصاریٰ کے شرائط کا استرداد کرتے ہوئے واضح فرمایا گیا کہ اہل حق کا اہل باطل سے سمجھوتہ نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے اہل باطل اہل حق سے کبھی راضی نہیں ہو سکتے ✱ یہ خطاب امت محمدیہ کو کرنا ہے کہ جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا کہ حضور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حق و ہدایت لائے اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کے ساتھ مبعوث ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل فرمایا جو تمہیں پہنچا دیا گیا اب ایسے میں جب کہ یہ حقیقت

[illegible]